ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
بنیادگذار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۶ اپریل ۱۹۶۵ء
۱۳ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ
یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاہور

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ احْتَبَسَ فَرَسًا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اِیْمَانًا بِاللّٰهِ، وَتَصْدِیْقًا بِوَعْدِهٖ فَاِنَّ شِبَعَهٗ، وَرِیَّهٗ، وَرَوْثَهٗ وَبَوْلَهٗ فِیْ مِیْزَانِهٖ یَوْمَ الْقِیَامَةِ
رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستہ میں (جہاد کے لئے) اللہ پر ایمان لاکر اس کے وعدہ کو سچا سمجھ کر گھوڑا پالا تو اس گھوڑے کا کھانا پینا، لید اور پیشاب قیامت کے دن اس شخص کے میزان اعمال میں ہوگا۔

وَعَنْ اَبِیْ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِنَاقَةٍ مَخْطُوْمَةٍ فَقَالَ: هٰذِهٖ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ "لَكَ بِهَا یَوْمَ الْقِیَامَةِ سَبْعُمِائَةِ نَاقَةٍ كُلُّهَا مَخْطُوْمَةٌ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک اونٹنی لے کر آیا جس کے مہار پڑی ہوئی تھی۔ اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز اس کے عوض میں تجھ کو سات سو اونٹنیاں ملیں گی کہ تمام کے مہار پڑی ہوگی۔

وَعَنْ اَبِیْ حَمَّادٍ وَیُقَالُ اَبُوْ سُعَادَ وَیُقَالُ اَبُوْ اَسَدٍ وَیُقَالُ اَبُوْ عَامِرٍ وَیُقَالُ اَبُوْ عَمْرٍو وَیُقَالُ اَبُو الْاَسْوَدِ وَیُقَالُ اَبُوْ عَبْسٍ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرِ الْجُهَنِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَلَی الْمِنْبَرِ یَقُوْلُ وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ۔ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ"۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت ابوحماد (ان کی کنیت مختلف طرح پر ہے چنانچہ) ابوسعاد۔ ابو اسد، ابو عامر، ابو عمرو، ابوالاسود، ابو عبس (نقل کی گئی ہیں)، عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو منبر پر میں نے فرماتے ہوئے سنا۔ آپ فرما رہے تھے کہ (آیت) واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ (یعنی کافروں کے مقابلہ میں اپنی استطاعت کے مطابق تیاری کرو) (میں) قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔ خبردار قوت تیراندازی ہی ہے، خبردار قوت سے مراد تیر اندازی ہے۔

وَعَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: سَتُفْتَحُ عَلَیْكُمْ اَرْضُوْنَ وَیَكْفِیْكُمُ اللّٰهُ، فَلَا یَعْجِزُ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّلْهُوَ بِاَسْهُمِهٖ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ

حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ فرما رہے تھے کہ عنقریب زمینیں تمہارے ہاتھ پر فتح ہوں گی اور خدا تمہاری مدد کرے گا۔ لہٰذا تم میں سے کوئی شخص تیربازی میں کمزوری نہ کرے۔

وَعَنْهُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ "اِنَّ اللّٰهَ یُدْخِلُ بِالسَّهْمِ الْوَاحِدِ ثَلَاثَةَ نَفَرٍ الْجَنَّةَ صَانِعَهٗ یَحْتَسِبُ فِیْ صَنْعَتِهِ الْخَیْرَ، وَالرَّامِیَ بِهٖ، وَمُنْبِلَهٗ وَارْمُوْا وَارْكَبُوْا وَاَنْ تَرْمُوْا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ تَرْكَبُوْا وَمَنْ تَرَكَ الرَّمْیَ بَعْدَ مَا عَلِمَهٗ رَغْبَةً عَنْهُ فَاِنَّهَا نِعْمَةٌ تَرَكَهَا اَوْقَالَ كَفَرَهَا" (رَوَاهُ اَبُوْ دَاؤُدَ)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، آپ فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔ ایک تو اس کے بنانے والے کو جو اس کے بنانے میں بھلائی کا قصد کرتا ہے اور دوسرے اس کے چلانے والے کو اور تیسرے اس کو جو (تیر انداز کو) تیر پکڑا رہا ہے (اے لوگو!) تیراندازی کرو اور سواری سیکھو اور اگر تم تیراندازی سیکھو تو میرے نزدیک سواری سیکھنے سے زیادہ پسند ہے اور جو تیراندازی سیکھ کر اعراض کرکے اس کو چھوڑ دے تو اس نے ایک نعمت خداوندی کو چھوڑ دیا۔ یا یوں فرمایا کہ اس نے ناشکری کی۔

وَعَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَكْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی نَفَرٍ یَنْتَضِلُوْنَ فَقَالَ اِرْمُوْا بَنِیْ اِسْمٰعِیْلَ فَاِنَّ اَبَاكُمْ كَانَ رَامِیًا (رَوَاهُ الْبُخَارِیُّ)

حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت پر سے گذرے جو آپس میں تیراندازی کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ اے بنی اسمٰعیل تیراندازی کرو، اس لئے کہ تمہارے باپ (حضرت اسمٰعیل بھی تیرانداز تھے۔

وَعَنْهُ وَعَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْحَرْبُ خِدْعَةٌ مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

حضرت ابوہریرہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ لڑائی چال اور توریۃ کا نام ہے۔

(بخاری و مسلم)

ایڈیٹر مناظر حبین نظر — ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

خدام الدین

سالانہ گیارہ روپے — ششماہی چھ روپے

جلد ۱۰ | ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۶۵ء | شمارہ ۴۸

آسمانِ اصلاح وتبلیغ کا
آفتاب غروب ہوگیا

انا للہ وانا الیہ راجعون

راقم الحروف گذشتہ جمعہ مدرسہ احیاء العلوم کے سالانہ اجلاس میں شرکت کے لئے مظفر گڑھ گیا ہوا تھا۔ وہیں بذریعہ ٹیلیفون اطلاع ملی کہ پیکرِ رشد وہدایت جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی امیرِ جماعت اصلاح و تبلیغ اپنے اللہ کو پیارے ہوگئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) فوراً احساس ہوا کہ وہ جس اللہ کریم سے ملاقات کا ولولہ اور شوق لوگوں کے دلوں میں اپنی تقریروں سے بھرا کرتے تھے خود دوسروں سے پہلے اس کی بارگاہ میں پہنچ گئے اور اس والہانہ و مجبوبانہ انداز سے گئے کہ دوسرے منہ دیکھتے اور حسرت ویاس سے ہاتھ ملتے رہ گئے۔ کتنی پیاری موت اور کیسی مبارک گھڑی پائی۔ اللہ کی راہ میں گھر سے نکلے، اور اسی کی باتیں سنا رہے تھے کہ عین جمعہ کی تقریر میں بلاوا آگیا اور چند ساعتوں کے بعد اپنے رب کے حضور پہنچ گئے گویا جس راہ میں نکلے تھے اسی راہ میں کام آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مومن کا سب سے بڑا تحفہ موت ہے اور موت ایک پل ہے کہ جس سے گزر کر آدمی اپنے محبوب حقیقی تک پہنچتا ہے ظاہر ہے اس صورت میں موت غمی کی چیز نہیں لیکن ہم پھر بھی غم محسوس کرتے ہیں اور رنج وکرب کی تصویر بنے ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ محض اپنی محرومی اور بدقسمتی ہے۔ ہم جانے والے کے فیوض و برکات سے محروم ہوگئے ہیں، ان کی رفاقت سے محروم ہوگئے ہیں، ان کے ارشادات و فرمودات نہیں سن سکتے۔ واضح ہے کہ یہ غم جانے والے کا غم نہیں اپنا غم ہے۔ جدائی کا رونا ہے۔ وہ تو الحمد للہ اپنے مقصد کو پا چکے ہیں۔ اور جیسا کہ اللہ کی ذات سے توقع ہے یقیناً بلند مقامات میں ہیں۔ بہر حال ہمیں رونا اپنی محرومی اور جدائی کا ہے یہی وجہ ہے کہ راقم الحروف نے یہ خبر سنی تو دل و دماغ پر ایک بجلی سی کوند گئی۔ ہوش و حواس گم ہوگئے جسم شل ہوکر رہ گیا۔ اور تقریر کے لئے کھڑا ہوا تو محسوس ہوا کہ زبان میں طاقتِ گویائی نہیں اور پاؤں میں کھڑے ہونے کی سکت باقی نہیں رہی نتیجۃً عجز ودرماندگی کا اقرار کرکے حاضرین سے اظہارِ معذرت کرنا پڑا۔ یہ ایک فردِ واحد کی حالت ہے ورنہ لاکھوں ہی حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے چاہنے والے ایسے ہوں گے جن پر اس سے بڑھ کر شدید اثرات مرتب ہوتے ہوں گے اور ایسا کیوں نہ ہو۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی موت ایک فرد کی موت نہیں بلکہ ایک بہت بڑے ادارے کی موت ہے۔ علم و تقویٰ اور اصلاح و تبلیغ کے پیکرِ متحرک کی موت ہے اور یہ دنیائے اسلام کا ایک ایسا نقصان ہے جس کی تلافی کی بظاہر کوئی شکل نظر نہیں آتی۔ مرحوم کے والد محترم اور وقت کے ولیؒ کامل حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے جس کام کو شروع کیا تھا اسے آفاقی بنانے میں آپ نے تن من کی بازی لگادی۔ اور اتنے جوش وولولہ کے ساتھ اپنے مشن کو جاری رکھا کہ دورِ حاضر میں اس کی نظیر ملنا محال ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت مولانا مرحوم نے اتنے بڑے نظام کی سربراہی کے باوجود کہ جس کے ڈانڈے ساری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے، کسی کے سامنے امداد کے لئے ہاتھ نہ پھیلائے، نہ اشتہار بازی کی، نہ پروپیگنڈہ کے موجودہ طریقے اختیار کئے اور نہ بیانات اور انٹرویو سے دلچسپی لی۔ حتیٰ کہ اپنی تقریر تک کو ٹیپ کرنے کی کسی کو اجازت نہ دی لیکن اسکے باوجود روحانیت اور خلوص کا یہ اثر تھا کہ لوگوں کے دلوں میں آپ کی ذات سے عشق و محبت کا ایک سمندر موجزن تھا۔ دنیا آپ کی الہامی تقریریں سننے کے لئے ٹوٹ پڑتی تھی اور دیہات تک میں ہزاروں انسانوں کا اجتماع ہوجاتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں وہ اس حقیقت کی عملی تصویر تھے کہ اسباب سے قطع نظر کرکے اگر مسبب الاسباب پر بھروسہ کیا جائے تو وہ قادر مطلق ہے اور اپنے بندوں کو محروم نہیں رکھتا۔ آج یقیناً اُن کی صورت ہمارے سامنے نہیں۔ وہ ہماری آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں، اُن کی علم و حکمت سے پُر باتیں اور دلوں کی گہرائیوں میں اترنے اور دماغوں میں پیوست ہونے والے میٹھے میٹھے ارشادات ہم کبھی نہ سن سکیں گے لیکن اُن کی حقیقت ہمارے سامنے ہے۔ وہ دنیا سے گذر گئے ہیں لیکن ان کا علم نہیں گذرا۔ ان کا مشن، ان کی تربیت وہ علم اور جذبہ جو انہوں نے دوسروں میں ڈالا اور وہ راہ جو انہوں نے متعین کی اب بھی موجود ہے۔ جب تک چلنے والے اس راستہ پر چلتے رہیں گے، ان کے مشن کی تکمیل میں

باقی صفحہ ۱۵ پر

مجلس ذکر

بروز جمعرات مورخہ ۵ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ ، ۸/ اپریل ۱۹۶۵ء

گھروں کو اللہ کی یاد سے آباد کیجئے

مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

مرتبہ مناظر حسین نظر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ
الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ
الذین اصطفیٰ اما بعد

بزرگانِ محترم

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر اور اس کا احسان ہے، کہ اس نے ہمیں ذکر و شغل اور نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائی ہے اور یہ سب کچھ محض اس کے فضل و کرم سے ہے۔ اگر اس کا فضل شامل حال نہ ہو تو نیکی کی توفیق ہی سلب ہو جاتی ہے، یادِ خدا میں جی ہی نہیں لگتا، رب کے حضور سجدہ ریز ہونے کی فرصت ہی نصیب نہیں ہوتی بلکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ تو یہانتک فرمایا کرتے تھے کہ ذکر و شغل اور نیکی کی توفیق تو ایک طرف رہی اللہ کے فضل کے بغیر تو ایمان بھی باقی نہیں رہتا۔

اللہ جل شانہٗ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو باطن کی بینائی بدرجۂ اتم عطا فرما رکھی تھی۔ آدمی کے قلب پر صرف ایک نظر ڈال کر فرما دیتے کہ صاحب ایمان ہے یا ایمان سے خالی ہے۔ یہ اللہ کی دین ہے جسے چاہے اپنے خصوصی انعامات سے نوازے۔ بہرحال حضرت رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے، کہ میرا ستر پچھتر سالہ تجربہ ہے، کہ ایمان بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہے۔ میں نے بڑے بڑے علماء جن کا نام سن کر لوگوں کے سر عقیدت سے جھک جاتے ہیں۔ ان کا ایمان چھنتے دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے اور اپنی نوازشات کی مسلسل بارش ہم پر برساتا رہے۔ آمین۔

برادرانِ محترم! حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ایسا نازک مزاج محبوب ہے۔ کہ اس کی طرف سے نظر ہٹی نہیں اور دلوں کے جلتے دیے بجھے نہیں۔ اسی طرح انسان سے بعض اوقات ایسے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں جن کے باعث ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کا ارشاد ہے کہ

میری امت پر ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے۔ کہ انسان صبح کو مومن ہوگا۔ اور شام کو کافر، اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دولت ایمان سے مالا مال رکھے۔ اور شامت اعمال کے باعث کہیں ہمیں بھی اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہ کر دے۔ آمین

برادرانِ عزیز! ہمیں چاہیئے کہ ہم ہر وقت اللہ جل شانہٗ سے ڈرتے رہیں اس کا فضل اور اس کی بخشش طلب کرتے رہیں۔ اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور اعمال پر فخر نہ کریں۔ خدا کی زمین پر اترا کر نہ چلیں کہ بالآخر ہمیں بھی ایک دن اسی زمین کی آغوش میں جانا ہے۔ کبر و غرور، عجب و ریا، حسد و غیبت اور دوسرے امراض روحانی سے بچنے کی کوشش کریں۔ نیک مجالس میں اور اللہ والوں کی صحبت میں بیٹھیں۔ اپنے گناہوں کا سائن بورڈ بنائیں اور ہر روز شام کو اس بورڈ پر نگاہ ڈالیں نیکیوں پر اللہ کا شکر ادا کریں، اور گناہوں پر توبہ کا دروازہ کھٹکھٹائیں بارگاہ خداوندی میں ہدیۂ عجز و نیاز پیش کریں اور ہر گھڑی اس کی مغفرت کے طالب رہیں۔

محترم حضرات! اس دور میں کتاب و سنت کی پیروی اور اہل اللہ کی صحبت ہی ہمیں بدیوں اور امراض روحانی سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ ورنہ ہر قدم پر ایمان کے ڈاکو مختلف روپ دھار کر گھات میں بیٹھے ہیں کہ کب کوئی بھولا بھالا مسلمان نظر آئے اور اس کا ایمان لوٹیں۔

بہرحال بات اللہ کے فضل پر ختم ہوتی ہے، جسے چاہے ہدایت کی راہ پر ڈال دے۔ اسی لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو اپنے اعمال پر نازاں نہ ہونا چاہیئے۔ چنانچہ ان کا اپنا معاملہ نفس کے ساتھ یہ تھا کہ اپنے آپ کو حقیر تر خیال فرماتے کبر و غرور عجب اور نخوت کا نام و نشان بھی ان میں موجود نہ تھا۔ فرماتے تھے، میرے بزرگوں نے (اللہ تعالیٰ اُن کی قبروں پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے) کبر و غرور کا تخم میرے اندر سے نکال کر رکھ دیا ہے۔

چنانچہ آپ حضرات نے اکثر ان کی زبان سے سنا ہوگا، کہ وہ خود کو کبھی گنہگار کہتے اور کبھی اپنے آپ کو سیاہ کار کے الفاظ سے یاد کرتے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام ظاہری باطنی خوبیوں سے بدرجۂ اتم نواز رکھا تھا۔ اور وہ اس قدر بلند مقام ولایت پر فائز تھے کہ ان کی نظیر ساری دنیا میں موجود نہ تھی۔ پھر بھی حال یہ تھا کہ ایک پل تو کیا ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ جانے دیتے۔

ہمیں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ یہی تلقین فرماتے کہ رزق اور دنیا کی کسی چیز کی فکر نہ کرنا۔ اللہ جل شانہٗ کی یاد کثرت سے کرنا اور دین کی خدمت اخلاصِ نیت اور استقامت سے کرتے رہنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کسی چیز سے محروم نہیں رکھے گا۔ اور اپنے فضل اور اپنی رحمت کے دروازے تم پر کھول دے گا۔

وادعوہ مخلصین لہ الدین

ترجمہ:- اور اس کے خالص فرمانبردار ہو کر اسے پکارو۔

اسی طرح ارشادِ ربانی ہے۔

ادعوا ربکم...

پکارو اپنے رب کو خفیہ اور عاجزی سے بے شک وہ نہیں دوست رکھتا حد سے گزر جانے والوں کو۔

میری بھی آپ حضرات سے درخواست ہے۔ کہ ہر گھڑی اللہ کی یاد

باقی صفحہ پر

خطبہ جمعہ ۶ ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ، ۹ اپریل ۱۹۶۵ء

مسلمان کو ہر حال میں اور زندگی کے ہر گوشہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع لازم ہے

از:- حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی امابعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ

ترجمہ:- البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ میں اچھا نمونہ ہے۔

بزرگان محترم!

اللہ جل شانہٗ نے اپنے بندوں کو اپنی یاد کے لئے پیدا فرمایا اور اس کے لئے نمونہ کامل رحمت دو عالم جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرار دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جل شانہٗ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اُس کے لئے ضروری ہے کہ وہ آپ کی مکمل تابعداری کرے۔ آپؐ کے نقوشِ قدم کو نشانِ منزل سمجھے اور آپؐ کے اقوال و اعمال کو ظاہراً اور باطناً اپنا حال بنائے۔ خود خداوند قدوس عزّ و جل نے اپنی محبت آپ کے اتباع میں محدود کر دی ہے اور فرمایا ہے:-

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔

(اے نبی کریم) ان سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے۔

مطلب

صاف واضح ہے کہ جو شخص رضائے الٰہی کا طالب ہو اور آپ کے اتباع سے گریز کرے وہ کبھی اللہ کا محبوب نہیں بن سکتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ اُس سے کبھی راضی ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب و مقبول بندہ فقط وہ بن سکتا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سچا تابعدار، پورا فرمانبردار اور کامل جاں نثار ہو اور آپ کی سنت کو زندگی کے ہر گوشے میں اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے۔

قرب الٰہی کا معیار

بزرگان محترم!

یہ بات انسان کو کبھی نہ بھولنی چاہیئے کہ مقصود بالذّات فقط اللہ جل شانہٗ کی رضا ہے اور اُس کے حاصل کرنے کے لئے نمونہ یتیم مکہ، تاجدار مدینہ، سرور دو عالم، رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، آقائے نامدار، جناب محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب زیادہ ہوگا، اسی قدر قربِ الٰہی میں مرتبہ زیادہ ہوگا۔

یاد رکھو! مال و دولت، خاندان و نسب، حسن و وجاہت اور منصب و عہدہ قرب الی اللہ کا مدار نہیں۔ قرب الٰہی کا معیار صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور آپ کا اتباع ہے۔

حدیث نبویؐ کی شہادت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ ابْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ

ترجمہ:- حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ ہو جائے جو میں اللہ کی طرف سے لایا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی قرآن عزیز کی مذکورہ آیت کی پوری پوری تائید کرتا ہے۔ چنانچہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اس آئینہ میں اپنے خدّ و خال دیکھیں اور اپنا جائزہ لیں۔ ایک دوسری حدیث میں رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ○

تم میں سے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اُس کے نزدیک اس کے باپ اور اُس کی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

مولانا ظفر علی خاں مرحوم نے اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں فرمایا ہے اور حدیث مذکورہ کو یوں نظم کیا ہے ؎

حج اچھا، نماز اچھی، روزہ اچھا، زکواۃ اچھی
مگر میں باوجود اس کے مسلماں ہو نہیں سکتا
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ بطحا کی عزت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

معزز حضرات!

ظاہر ہے جس ذاتِ گرامی سے محبت اس حد کو پہنچ جائے کہ وہ دنیا کی ہر شے، مال و اولاد، بیوی، والدین حتیٰ کہ جان سے بھی زیادہ عزیز اور محبوب ہو جائے تو اس

کی راہ اور ہر ہر ادا بھی پیاری معلوم ہو گی چنانچہ محبّ ہر حال میں یقیناً اُس کی راہ پر چلنا پسند کرے گا، اُسی کی اداؤں کو محبوب سمجھے گا۔ اُسی کو راہ کو اپنے لئے راہ نجات تصور کرے گا اور اُسی کی باتوں سے اپنا دل بہلائے گا۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے راستہ کی طرف دیکھنا بھلا نہ سمجھے گا اور اس کی باتوں کے علاوہ کسی دوسرے کی باتیں اسے اچھی معلوم نہ ہوں گی۔

پس

اے برادرانِ عزیز! صحیح معنوں میں مسلمان وہی ہے جسے صرف رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریق پسند ہو، جسے آپؐ کے ارشادات و فرمودات سے بے حد محبت ہو اور وہ فقط آپؐ کی بتائی ہوئی راہ پر گامزن ہو۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا ادب حدیث

ہمارے اسلاف قرآن کریم کے بعد حدیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد ادب و احترام فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور واقعہ ہے کہ وہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دے رہے تھے۔ درس کے دوران شاگردوں نے محسوس کیا کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رنگ بار بار متغیّر ہوتا ہے۔ چہرہ سے درد و کرب کا اظہار ہوتا ہے لیکن درس حدیث باقاعدہ جاری ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ادب واحترام اور درس حدیث کی عظمت کے پیش نظر کسی شاگرد کو بھی دورانِ درس حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس امر کے متعلق سوال کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔ درس ختم ہوا تو شاگردوں نے عرض کیا "حضرت! آج کیا ماجرا تھا کہ درس دیتے وقت آپ کا رنگ بار بار بدلتا تھا اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ آپ کو بے حد تکلیف اور بے چینی ہے؟" حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شاگرد سے اپنا موزہ اتارنے کے لئے کہا۔ شاگرد نے موزہ اتارا تو ایک بچھو جسم سے چمٹا ہوا نظر آیا۔ فوراً ہی بچھو کو جسم سے علیحدہ کر کے مار دیا گیا۔ اربابِ سیر نے لکھا ہے کہ درس کے دوران بچھو نے حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جسم پر ستّر مرتبہ کاٹا مگر آپ نے حدیثِ یار کے بیان میں کوئی فرق نہ آنے دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت اور ادب و احترام کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جان کی قیمت پر بھی درس حدیث کو بند کرنا ایک لمحہ کے لئے گوارا نہ فرمایا۔

یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ کی زندگی محفوظ رہی لیکن بچھو کے کاٹنے کی تکلیف اور اذیّت کا اندازہ کچھ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہیں یا بچھو نے کبھی کاٹا ہو یا انہوں نے بچھو کے کاٹے کو لوٹ پوٹ ہوتے اور تڑپتے دیکھا ہو۔ اللہ کی کروڑوں رحمتیں ہوں ان نفوسِ قدسیہ اور شمع رسالت کے پروانوں پر جنہوں نے دردناک اذیّتیں اٹھائیں اور جان پر کھیلنا تو پسند کیا مگر اپنے آقا کے ادب و احترام میں کوئی فرق نہ آنے دیا اور حدیثِ یار کا تکرار کرتے ہوئے اور اُس پر عمل کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے۔

درود شریف پڑھنے کا ادب

بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب کوئی شخص درود شریف پڑھے یا حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درس سنے تو اسی طرح ادب و احترام سے بیٹھے اور محبت و عقیدت سے درود شریف پڑھے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر سامنے ہوتے تو پڑھتا۔ لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت وہاں موجود ہوتے ہیں جیسا کہ بعض علم سے عاری لوگوں نے یہ عقیدہ گھڑ رکھا ہے۔ مقصد یہ ہے کہ درود شریف پڑھتے وقت انتہائی ادب ملحوظ رکھنا چاہیئے

قصۂ مختصر

تمام گذارشات کا حاصل یہ ہے کہ مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد عشق و محبت اور تعلقِ خاطر ہونا چاہیئے اور اس تعلق کے مقابلہ میں دنیا کی کسی چیز حتیٰ کہ جان تک کی کوئی قیمت نہ سمجھنی چاہیئے۔ اس تعلقِ خاطر اور عشق کی کسوٹی شریعت نے اتباعِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مقرر کی ہے۔ چنانچہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہمارا فرض منصبی ہے کہ ہم ہر حال میں اور زندگی کے ہر گوشے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کریں۔ آپ کے اقوال و اعمال کو نشانِ راہ بنائیں اور ہمارا یقین ہو کہ اسی راہ پر چل کر ہمیں اللہ کی رضا کا تمغہ اور جنت میں داخلہ مل سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سچی محبت رکھنے اور آپ کی تابعداری کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بقیہ:- مجلس ذکر

میں شاغل رہیئے ذکر و اذکار کی کثرت کیجئے۔ اخلاص نیت اور استقامت کو شعار بنایئے۔ پھر دیکھئے کس طرح اللہ اطمینانِ قلب کی دولت سے نوازتا ہے۔

حضور علیہ اسلام نے فرمایا ہے کہ گھروں کو قبرستان نہ بناؤ۔ چنانچہ آپ سنن و نوافل گھر پر ہی ادا کیا کرتے تھے ہمیں بھی چاہیئے کہ گھروں کو اللہ کی عبادت اور اس کی یاد سے آباد کریں۔ ہم نے جب سے آنکھیں کھولی ہیں۔ ایک دن بھی ہماری زندگی میں ایسا نہیں آیا کہ ہم نے اپنی والدہ مکرمہ مرحومہ کو ذکر و اذکار سے غافل دیکھا ہو۔ ہر روز پانچ پارہ تلاوت فرما کر مصلّے سے اٹھتی تھیں۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا اثر تھا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح تمام مسلمانوں کے گھروں کو اپنی یاد سے آباد رکھے اور گھروں کی فضائیں ذکرِ الٰہی کے انوار سے معمور ہوں۔ آمین

مضمون نگار حضرات اپنے مضامین کاغذ کے ایک طرف صاف لکھیں اور اعراب اور حوالہ کا خاص خیال رکھیں

حضرت قاضی صاحب مدظلہ العالی کا

واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

(۱)

منعقدہ ۲۸- مارچ ۱۹۶۵ء

مرتبہ:- محمد سلیمان قادری

میرے بزرگو! اور بھائیو!

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے۔ کہ آج پھر ہم چند بھائی اللہ تعالیٰ کا کلام سننے اور سنانے کے لیے جمع ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی بھی توفیق عطا فرمائیں۔ بظاہر یہ درس قرآن مہینے میں ایک دفعہ اور وہ بھی تھوڑی دیر صرف ایک گھنٹے کے لیے ہوتا ہے۔ لیکن ہم گنہگاروں کے لیے یہ چھوٹی چھوٹی نیکیاں بھی بڑے اجر کا باعث بن سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مزید عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ہے کہ ان کے مر جانے کے بعد، (حضرت بہت بڑے ولی، اور ہفت سلاطین میں سے گزرے ہیں) خواب میں آئے تو کسی نے پوچھا، حضرت کیسا برتاؤ ہوا۔ فرمایا کام تو مشکل تھا۔ لیکن سحری کی دو رکعتیں یہاں بڑا کام دے گئیں۔ نماز تہجد کی طرف اشارہ ہے۔ ایسے ہی اہل اللہ کے اور کئی واقعات ہیں تو چھوٹے چھوٹے عمل بھی کبھی عذاب سے بچانے کا باعث بن جاتے ہیں۔ صرف اخلاص کی ضرورت ہے۔

وہ لوگ جو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے کے لئے آئے۔ جب ایمان لے آئے۔ فرعون نے ان کو سزا کے طور پر صلیب لگا دیا۔ قرآن کا فیصلہ ہے کہ ان کو ایمان قبول کرنے کے تھوڑی دیر بعد شہید کر دیا گیا لیکن وہ جنتی ہیں۔ جنگ بدر میں ایک اعرابی۔ گاؤں کا سادہ مسلمان حاضر خدمت ہوا۔ جھولی میں کھجوریں پڑی تھیں، کھا رہا تھا۔ پوچھا یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور اگر میں بھی لڑوں تو مجھے کیا ملے گا؟ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کفر اور اسلام کی جنگ ہے۔ اگر تو سلامت رہا تو مال غنیمت سے تجھے حصہ ملے گا۔ اور اگر شہید ہو گیا تو اللہ تعالیٰ کے ہاں جنت پائے گا۔ کھجوریں وہیں چھوڑ دیں۔ عرض کی اگر میں زندہ سلامت لوٹ آیا تو لے لوں گا۔ یہ امانت ہیں۔ اللہ کی شان وہ جاتے ہی شہید ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

عَمِلَ قَلِیلاً وَّ اُجِرَ کَثِیراً ط

تھوڑی دیر لڑا۔ لیکن بڑا اجر پا گیا۔ اسی طرح ہم بھی اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید رکھتے ہیں کہ اس تھوڑی سی دیر بیٹھنے سے وہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما دیں گے۔

اللہ تعالیٰ صحیح سمجھ کی توفیق عطا فرمائیں۔ سورہ بقرہ کی پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے متقین، پرہیزگاروں کی علامات، زندگی میں کس پر قائم رہے اور ان کے اخروی نتیجہ کو بیان فرمایا۔ آج کی آیات گرامیہ میں اللہ تعالیٰ نے دو اور قسمیں بیان فرمائیں۔ سارے قرآن میں جہاں تک مجھے اپنے بزرگوں نے بتایا" چار قسموں کے انسانوں کا ذکر آتا ہے۔

(۱)

پکے مسلمان۔ جنہوں نے زبان سے اقرار کیا۔ دل سے بھی مانا۔ اور زندگی بھی اسی کے مطابق گزاری۔ یعنی اس پر ساری زندگی عمل بھی کیا۔ ان کو قرآن نے متقین۔ صالحین۔ مومنین۔ محسنین وغیرہ الفاظ سے تعبیر فرمایا۔

(۲)

دوسری قسم کفار ہیں۔ جنہوں نے زبان سے اسلام کو ماننے سے انکار کیا۔ جن کے دل میں بھی خدا تعالیٰ کے متعلق سوچ بچار کا مادہ نہیں، توجہ ہی نہیں دیتے۔ اگر دیتے ہیں تو کفر کی نیت سے۔ اور عمل بھی اسلام کے خلاف ہے۔ ایسے لوگوں کو قرآن کریم نے کافر کہا۔

(۳)

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے۔ جنہوں نے زبان سے تو اللہ تعالیٰ کی واحدانیت، جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ضروریات دین کو مانا۔ لیکن دل سے قبول نہ کیا ان کو منافق اعتقادی کہتے ہیں۔ ان کے لئے بخشش نہیں، بلکہ سخت عذاب ہے۔ پانچویں پارے میں ہے:-

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

بے شک منافق جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔ قرآن کریم میں زیادہ بحث ان ہی منافقین کی آئی ہے۔ چنانچہ سورہ منافقوں میں انشاء اللہ ان کی پوری بحث آ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نشانیاں۔ ان کا کردار۔ اور

پھر ان کا نتیجہ اور انجام مفصل طور پر وہاں بیان فرمایا۔

۴۔ چوتھی قسم کے وہ لوگ ہیں کہ زبان سے بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور ضروریات دین کو مانا اور دل سے بھی قبول کیا۔ عملی طور پر غلطی کے مرتکب ہوئے ان کو قرآن کی اصطلاح میں فاسق کہا جاتا ہے۔ چونکہ یہ ابتدائی آیات ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان پہلی آیات میں جو کچھ پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو طاقت نصیب فرمائے اور سمجھ عطا فرمائے کہ آئندہ آنے والی آیات آپ خود سمجھ سکیں۔ خداوند تعالیٰ چاہیں تو سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن عالم اسباب میں یہ بات مشکل سی معلوم ہوتی ہے کہ اتنی لمبی زندگی میری اور آپ کی ہو گی کہ ہم اس طرح پورا قرآن مجید درس کے طور پر پڑھ سکیں۔ اس لئے میں کوشش کروں گا کہ کوئی آیات سورہ آل عمران کی کوئی نساء اور مختلف سورتوں کی عرض کروں تاکہ ان کی برکت سے آپ پوری سورت کا مضمون سمجھ لیں۔ پہلی آیات میں متقین کا ذکر تھا۔ ان کی پہلی علامت یہ ہے کہ یومنون بالغیب کہ اپنے علم کی بنا پر کسی بات کی تحقیق، ریسرچ، اس کی کھوج نہیں لگاتے، بلکہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا۔ اس پر ان کا ایمان ہے۔ عقیدہ کی جتنی باتیں ہیں ان کو مانا۔ عمل ان کے مطابق کیا۔ نتیجۃً زندگی میں اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ اور آخرت میں اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ آج کی آیات میں متقین کے مقابل ان لوگوں کا ذکر ہے جو زبان اور دل سے اور عمل سے بھی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے منکر ہوئے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو کافر ہو چکے ہیں۔

سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَاَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ ان کو آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا برابر ہے یعنی وہ لوگ جو پہلے ہی دل سے فیصلہ کر چکے ہیں کہ ایمان نہیں لائیں گے۔ آپ ان کو ہزارہا دلائل دیں۔ وہ نہیں مانیں گے۔ بلکہ آپ سے کہنے لگے۔

قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْبُوْعًا ۝

ہم ہرگز نہیں مانیں گے۔ حتیٰ کہ آپ ہمارے لئے زمین سے پانی کا کوئی چشمہ جاری کر دیں۔ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّکَ آپ آسمان پر چڑھ جائیں تب بھی ہم یقین نہ لائیں گے، ہاں ایک بات پر مان لیں گے۔ حَتّٰی تُنَزِّلَ عَلَیْنَا کِتٰبًا نَّقْرَؤُہٗ ط جب آپ ہمارے پاس ایسی لکھی ہوئی کتاب لے آئیں۔ جسے ہم بھی پڑھ سکیں یعنی سرکلر جاری کر دیں۔ ہر ایک کے نام علیحدہ نوٹس بھیج دیں تو پھر ہو سکتا ہے کہ ہم ایمان لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر ایسا کر بھی دیا جائے تو بھی یہ ایمان نہ لائیں گے۔ انہوں نے ایمان نہ لانے کا فیصلہ کر لیا ہے وہ قطعی منکر ہو گئے ہیں۔ ان کا عقیدہ۔ ان کا عمل اور ان کا قول سب خلاف اسلام ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو منکر ہو چکے ہیں۔ کَفَرُوْا ماضی کا صیغہ ہے۔ کفر پر ڈٹ گئے ہیں۔ سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ برابر ہے ان پر ءَاَنْذَرْتَھُمْ آیا آپ ان کو ڈرائیں میرے عذاب سے اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ یا آپ نہ ڈرائیں ان کو لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس آیت کریمہ میں دو تین باتیں پائی جاتی ہیں۔

۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بے شک وہ لوگ جو منکر ہو چکے ہیں۔

تو بزرگو اور دوستو! کفر کے چند وجوہ ہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کا کیوں منکر ہو جاتا ہے۔ ؟ رب العالمین سے کیوں رشتہ توڑ لیتا ہے۔ اس کے قرآن نے کئی وجوہ بیان فرمائے۔ مثلاً تیسرے پارے میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نمرود کیوں میری ذات کا منکر ہوا۔

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰھٖمَ فِیْ رَبِّہٖٓ اَنْ اٰتٰہُ اللّٰہُ الْمُلْکَ

میں نے نمرود کو حکومت دی تو وہ خود رب بن بیٹھا۔ یہاں مال وجہ کفر ہوئی۔ ایک ہے کفر جہالت اور ایک ہے کفر جحود۔ کفر جہالت تو قابل اصلاح ہے لیکن کفر جحود سمجھنے کے بعد انکار کر دینا۔ حق جانتے ہوئے نہ ماننا اس کی اصلاح ناممکن ہے۔ یہاں پر کافر کفر جحود کے مرتکب ہیں۔ کفر جہالت کے مرتکب مان لیتے ہیں جب بات سمجھ میں آ جائے۔ مثلاً۔ ایک آدمی راولپنڈی جانا چاہتا ہے۔ لیکن وہ ناواقف ہے۔ آپ سے آ کر پوچھتا ہے۔ بھائی کون سا راستہ راولپنڈی کو جاتا ہے۔ آپ فرما دیتے ہیں کہ بھائی یہ راستہ جاتا ہے۔ طالب صادق تھا۔ جب معلوم ہوا تو اس نے قبول کر لیا۔ اور ایک شخص راولپنڈی جانا ہی نہیں چاہتا ہے۔ سڑک پر کھڑا ہے وہ نہیں بلکہ آپ اسے پوچھتے ہیں۔ بھائی کہاں جانا ہے۔ ہم راستہ بتا دیتے ہیں۔ بے چارہ کافی دیر کا کھڑا ہے۔ آپ شفقت سے اس کے بھلے کے لئے پوچھ رہے ہیں۔ وہ آپ سے لڑ پڑے کہ آپ کا کیا مطلب ہے۔ اپنا کام کرو۔ یا کہے، میں آپ کی بات نہیں مانتا آپ غلط کہتے تو ایسے آدمی کو آپ کیسے سمجھا سکتے ہیں؟ جو طالب صادق ہو۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر آئے۔ آپ کا دروازہ آج بھی کھلا ہے ہدایت پا لے گا۔ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ہدایت اسے ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے۔ ضمام ابن ثعلبہ، بخاری شریف میں ان کا واقعہ ہے۔ اپنی قوم کا رئیس آپ کے پاس آیا۔ آتے ہی چند

باتیں پوچھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ میں بات پوچھنے میں سختی کروں گا۔ کیونکہ میں ابھی مسلمان تو نہیں ہوں۔ تھا تو کافر۔ لیکن سچے دل سے آیا تھا۔ عَلَیْکَ اِلاَّ تَجِدُنِی آپ مجھے یہ بات بتائیں اور مجھے یقین دلائیں کہ آپ مجھ سے دل میں ناراض تو نہیں ہوں گے۔ مجھے اس بات کی تسلی دیں۔ چونکہ میں مہمان ہوں۔ عرب تو ویسے بھی بڑے مہمان نواز ہیں۔ اور جناب تو۔ اس لئے یہ ہو سکتا ہے کہ آپ بظاہر ناراضگی کا اظہار نہ فرمائیں۔ لیکن میری اس سختی کی وجہ سے دل سے مجھ سے ناراض ہو جائیں۔ اکثر علماء کرام فرماتے ہیں ضمام کو اس ادب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایمان نصیب فرمایا۔ پہلے ہی اجازت لی کہ میری باتیں قلب منور پر شاق تو نہ گزریں گی۔ ضمام کی یہ ادا، اللہ تعالیٰ کو پسند آ گئی، آیا تو کافر تھا جب اٹھا تو رضی اللہ عنہ کا سرٹیفکیٹ لے کر اٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا تو کام ہی یہی ہے۔ اس میں ناراضگی کا کیا سوال ہے۔ اس نے پوچھا! کیا آپ اللہ کی قسم کھا کر مجھے یہ بتا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا۔ یہ سوال سخت قسم کا ہے اسی طرح چند اور سوال کئے۔ جب اسے تسلی بخش جواب مل گئے۔ عرض کی! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تا کہ میں آپ کی بیعت کروں۔ وہیں کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ یہ کفر جہالت تھا کہ بات سمجھی نہیں۔ جب بات سمجھ آ گئی۔ قبول کر لیا۔ لیکن جہاں کفر جحود تھا۔ جناب رسول اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کو سمجھایا۔ ابوطالب کو سمجھایا۔ صحابہ کرام کے والدین کو سمجھایا۔ آپ بہت زیادہ حریص تھے اللہ کی مخلوق کہیں جہنم میں نہ چلی جائے لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے حبیب اِنَّکَ لَا تَہْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہ یَہْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ آپ کا کام ہے راستہ دکھانا۔ راہ راست پر لانا میرا کام ہے۔ آپ ان کو راہ راست بتا سکتے ہیں۔ لیکن راہ راست پر لا نہیں سکتے۔ یہاں پر کفر جحود برابر مراد ہے۔ لیکن وہ کون ہیں جن کے لئے آپ کا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ کا ڈرانا نہ ڈرانا برابر ہے۔ تو پھر تبلیغ کی کیا ضرورت ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نشاندہی نہ فرمائی کہ فلاں فلاں ایسے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے علم الکلام اور علم عقائد کا مسئلہ ہے اِنَّمَا الْاِعْتِبَارُ بِالْخَوَاتِیْمِ ط اعتبار خاتمہ پر ہے۔ اگر خاتمہ ایمان پر ہو گیا تو جنت اور اگر خاتمہ کفر پر ہوا تو نتیجہ جہنم۔ جنہوں نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم اسلام کو نہیں قبول کریں گے۔ ایسے لوگوں کی حرکتوں سے آپ دل برداشتہ نہ ہوں۔ اعتبار خاتمہ پر ہے اور یہ بات میرے علم میں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک آدمی بظاہر ساری زندگی اسلام کے خلاف گزارے۔ آخر اسے ایمان نصیب ہو جائے۔ اس لئے فرمایا۔

وَذَکِّرْ فَاِنَّ الذِّکْرٰی تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ اے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اے میرے نبی کے ماننے والو۔ تم میرے دین کی بات پہنچاتے رہا کرو۔ کوئی نہ کوئی خریدار پیدا ہی ہو جائے گا۔ دیکھئے جی، ایسا کوئی تاجر ہے جو پہلے ہی آ کر آپ کے بلاک سے پوچھ جائے کہ بھائی فلاں چیز بیچنے لاؤں گا۔ آپ میں سے کتنے لوگ خرید رہے جو پہلے آ کر پوچھتا رہے۔ لوگ اسے بیوقوف کہیں گے۔ تاجر کا کام ہے سودا، مال لے کر گلی گلی پھرنا۔ اور آواز لگانا ایک، دو آدمی خریدار پیدا ہی ہو جائیں گے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی لینے والا نہ نکلے۔ اسی طرح دنیا میں لاتعداد انبیاء کرام تشریف لائے جنہوں نے اپنے اپنے وقتوں میں دین کا آوازہ بلند فرمایا۔ کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا۔ چنانچہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور ایسے نبی علیہ السلام پیش ہوں گے کہ جنہوں نے ساری زندگی لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے گزار دی۔ لیکن ان پر صرف دو آدمی ایمان لائے اور ایسے بھی پیش ہوں گے کہ جنہوں نے ساری زندگی اللہ کے دین کی تبلیغ میں گزار دی۔ مگر صرف ایک ہی آدمی ایمان لایا۔ اور فرمایا آپؐ نے بعض ایسے نبی بھی پیش ہوں گے کہ جنہوں خدا کا پیغام لوگوں تک پہنچانے میں اپنی جانیں تک صرف کر دیں مگر ان پر کوئی ایمان نہ لایا۔ آج ہم کہتے ہیں۔ ہم سے مراد ہم مولوی لوگ! کہ جی کسے سنائیں۔ کوئی سنتا ہی نہیں، یا، اس زمانے میں کون سنتا ہے جی، ارے اللہ کے بندو۔ خدا کے نبی کافروں میں آئے تھے یا مسلمانوں میں؟

انبیاء کرام کو تو کفر کے گڑھ میں بھیجا گیا۔ جہاں جا کر انہوں نے، نور حق کی شمع روشن کی۔ اولیاء اللہ علماء برحق نے دارالکفر میں کام کر کے دکھایا۔ مسلمان تو مسلمان ہی ہیں حضرت خواجہ غریب النواز رحمتہ اللہ علیہ اجمیر تشریف لائے جہاں کا ظالم راجہ رائے پتھورا تھا جو کہ ہندو تھا حضرت کفرستان میں، کفر کے گھر میں تشریف لائے۔ وہاں کا یہ حال تھا کہ خداوند تعالیٰ کو ماننے والا ایک فرد بھی نہ تھا۔ لیکن جب دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو نوّے ہزار ہندو، کلمہ اسلام پڑھ چکے تھے۔ امام الاولیا حضرت لاہوری رحمتہ اللہ علیہ جب لاہور تشریف لائے تو کیا پہلے سے آپ کے معتقدین وہاں موجود تھے؟ نہیں جناب انگریز دہلی سے آپ کو ہتھکڑی لگا کر لایا اور شیرانوالہ کے باہر احاطہ میں نظر بند کر دیا۔ پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ لیکن جب سفر آخرت کیا۔ آہا۔ کیا شان ہے اللہ والوں کی۔ بھائی ہم دین کو اور دین کی حقیقت کو سمجھے نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو صحیح سمجھ عطا فرمائے حضرت رحمتہ اللہ علیہ کا نماز جنازہ قریباً دو لاکھ انسانوں نے پڑھا اسے کہتے ہیں تبلیغ۔ لوگوں کے سامنے دین پیش کرنا اس کا نام ہے۔ وہاں تو

سراسر اخلاص تھا ۔ بیان کرنے والے میں اخلاص پایا جائے تو ماننے والے پیدا ہو ہی جاتے ہیں ۔ یہ نہیں کہ پہلے میرے مرید بن جائیں تو پھر میں جاؤں گا ۔ اللہ کے بندے ، اللہ کے نام کی منادی کرتا رہے کوئی نہ کوئی سننے والا پیدا ہو جائے گا ۔ ورنہ تجھے تو اجر مل ہی جائے گا ۔ دیکھئے جی ، میں الحمد للہ آپ کے سامنے دین کی باتیں کر رہا ہوں ۔ آپ تو سب نیک آدمی ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو اس نیکی میں مزید ترقی عطا فرمائے ۔ آپ خدانخواستہ میری کوئی بات نہ مانیں تو بھائی میرا تو اعادہ ہو جائے گا یہ آپ لوگوں کی برکت اور محنت کا اثر ہے کہ مجھ جیسا گناہگار بھی اس نیک محفل میں حاضر ہو جاتا ہے ۔ اگر آپ درس کا اہتمام نہ کرتے تو نامعلوم میں یہ وقت کس گناہ کے کام میں گزار دیتا ۔ اس لئے فرمایا تو نصیحت کرتا رہ پس بے شک نصیحت جو ہے یہ مومنوں کو نفع دے جائے گی ۔ اس لئے قرآن نے فرمایا آپ اپنی تبلیغ جاری رکھیں ۔ آپ کو یہ معلوم نہیں کہ کس کا خاتمہ کفر پر ہو گا اور کس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا ۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے ۔ ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ آیا یہ جو کافر ہے اس کا خاتمہ کفر پر ہی ہوگا یا یہ جو مسلمان ہے اس کا خاتمہ ایمان پر ہو گا ۔ کسی شخص کی ظاہری علامات کو دیکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں کہ فلاں کافر ہے ۔ اس طرح ظاہری اعمال سے کسی کو مومن ، مسلمان کہہ سکتے ہیں ۔ لیکن حتمی فیصلہ ۔ قطعی یقین کے ساتھ آیا ۔ یہ جنتی ہے یا دوزخی ، یہ تو اللہ تعالیٰ جانتے ہیں ۔ اس لئے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ، آخری سانس تک کافروں کو اسلام کی دعوت دی ۔ آپؐ تو معالج تھے ۔ دین کے داعی تھے ۔ اور یہی چیز آپ کی امت کو بھی ملی ۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔ اے مسلمان تو عالم کی ہدایت کے لئے پیدا کیا گیا ۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمان یہ کام چھوڑ بیٹھا کہتے ہیں ۔ جی ۔ پاکستان میں عیسائی بڑھ رہے ہیں ۔ اچھا ، جی یہ کس کی ذمہ داری ہے کون اس سیلاب کو روکے ۔ جی یہ حکومت کی ذمہ داری ہے ۔ جی ہاں ، حکومت کی ذمہ داری بھی ہے ۔ لیکن وہ تو اپنی جگہ اس کے جواب وہ ہوں گے تم نے کتنے مسلمانوں کو عیسائی بننے سے روکا ۔ یا کتنے عیسائیوں کو مسلمان کیا تم تو اپنے مسلمان بھائیوں پر کفر کے فتوے جڑ رہے ہو ۔ یہ ہمارے ہاں جو عیسائی کام کرتے ہیں ۔ جن کو آپ اور ہم اچھوت کہتے ہیں قرآن تو کہتا ہے

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔

میں نے ہر انسان کو بڑے بہتر قالب میں بنایا ۔ کیا ہم اچھوتوں میں تبلیغ اسلام نہیں کر سکتے ۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہم میں وہ جذبہ ہی نہیں کہ ہم کسی گم کردہ راہ کو راہ راست پر لائیں ۔ ہم کسی اور نظریے سے دیکھتے ہیں ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ کچھ اور تھا ۔ ہم اپنوں میں دین نہیں بیان کرتے ذرا سی بات پر انہیں اسلام کے دائرہ سے خارج کر دیتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم دیا ۔ ہم کاٹتے ہیں ۔

ع تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

کسی کافر کے آخری وقت ایمان سے ناامید نہ ہونا چاہیئے ۔ بخاری میں ہے کہ آپ آخری وقت تک اپنے چچا ابوطالب کے پاس بیٹھے ہیں اور انہیں تبلیغ کرتے رہے کہ شاید مان جائیں ۔ شاید مان جائیں ۔ بستر مرگ پر پڑے ہوئے سے بھی آپؐ ناامید نہیں ۔ بلکہ مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے یہاں تک چچا سے فرمایا ۔ اے میرے چچا کچھ کلمات تو کہہ دے تا کہ کل قیامت کے دن میں اپنے رب کے ساتھ آپ کے بارے میں جھگڑا کر سکوں ۔ آپ آخری وقت تک مایوس نہ تھے اس لئے فرمایا ۔ جو لوگ آپ کو نہیں مانتے ان کا کفر اسلام میں جانتا ہوں آپ تبلیغ کرتے رہیں ۔ آپ اپنا کام سرانجام دیں ۔ ہدایت بتانا آپ کا کام اور ہدایت دینا ۔ ہدایت پر چلانا میرا کام ہے ۔

یہ کام ہیں ۔ یہ فرائض ہیں انبیاء کرام ۔ شہداء ۔ علماء ۔ اور صلحاء کے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب بیت المقدس تیار کر چکے تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا :۔

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝

اے ابراہیم اعلان کر دے ۔ اے لوگو ! کعبہ شریف تیار ہو چکا ہے ۔ آؤ اور اللہ کے گھر کا طواف کرو ۔ لیکن کس کو آواز دیں ۔ وہاں تو کوئی انسان کی ذات بھی نہیں ۔ جہاں بیت المقدس ہے ۔ اس جگہ کو اللہ تعالیٰ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ فرمایا ۔ جہاں اب مکہ شریف آباد ہے ۔ وہاں اس وقت ایک گھر بھی نہ تھا ۔ کس کو آواز دیں ۔ لاکھوں سلام ہوں حضرت ابراہیم پر اور آپ کی آل پر ۔ لیکن اللہ جو حکم فرماتے ہیں ۔ پھر اسباب کو دیکھنا نہیں ۔ بعض روایتوں میں ہے ۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی اے اللہ ! میں تو مطیع ہوں کیونکہ میں نے پہلے کہہ دیا تھا ۔

اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ

لیکن یا اللہ میں کس کو اعلان کروں ۔ سامنے کوئی نہیں ۔ ایک میں ہوں ایک میرا چھوٹا سا بچہ ہے فرمایا ابراہیم " آواز دینا تیرا کام لوگوں کی روحوں تک پہنچانا میرا کام " چنانچہ جس ، جس کی روح نے لبیک کہی ۔ اس وقت ۔ وہ ضرور جائے گا جو ہمارے دوست جا چکے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کو حج مبرور نصیب فرمائے اور خیریت سے ان کو اپنے بال بچے میں لوٹائے ۔ اور اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو بھی زیارت حرمین نصیب فرمائے ۔ آمین

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپؐ اپنا کام جاری رکھیں ۔ ان آیات میں آپ کو تسلی دی گئی کہ بے شک وہ لوگ جو انکار کر چکے ۔ انکار پر ڈٹے ہوئے ہیں ۔ ان پر برابر ہے آیا آپ ان کو ڈرائیں ، میرے عذاب سے یا نہ

ڈرائیں۔ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس لئے آپ ان کے ایمان نہ لانے سے دل برداشتہ نہ ہوں۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ ختم کہتے ہیں، مہر کو۔ SEAL کو ایک مضمون کو ختم کر دینے کے بعد۔ یا کوئی افسر کوئی آرڈر کرتا ہے یا کوئی نوٹس جب دیا جاتا ہے۔ یا جب کوئی حاکم کوئی فیصلہ کرتا ہے۔ یا مفتی علماء جب فتوی لکھتے ہیں تو نیچے مہر لگا دیتے ہیں۔ ایک یہ مہر ہے اور خاتم اسی مہر کے ضمن میں آتی ہے۔

وَ لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط نبوت کی فہرست ختم ہو چکی ہے۔ اب آخر میں آپؐ کی مہر لگ چکی ہے۔ دوسرے معنی ختم کے ہیں۔ کسی چیز کا منہ بند کر دینا ھُمْ مرجع ہے۔ وہ لوگ جو کفر پر ڈٹے ہوئے ہیں خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ مہر کر دی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر وَ عَلٰی سَمْعِہِمْ اور ان کے کانوں پر، وَ عَلٰی اَبْصَارِہِمْ غِشَاوَۃٌ اور ان کی آنکھوں پر ایک خاص قسم کا پردہ ہے۔ تنوین تنوع کے لئے ہے۔

یہ آیت بھی ان معرکۃ الآراء آیات میں سے ہے جو لوگوں میں محل غور و فکر ہیں ایک تو یہ کہ جب آپ کا ڈرانہ یا نہ ڈرانہ ان کے لئے برابر ہے تو پھر تبلیغ کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب تو میں عرض کر چکا۔ دوسرا یہ سوال اکثر لوگ کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مہر کر دی تو پھر ان کے قبول نہ کرنے میں ان کا کیا گناہ ہے؟ خَتَمَ اللّٰہُ مہر کر دی، اللہ تعالیٰ نے، کب؟ انہوں نے انکار پہلے کیا۔ مہر بعد میں لگی۔ وہ منکر ہو گئے۔ حضرت آدمؑ سے لے کر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تک لاتعداد انبیاء کرام کے۔ اپنی کتاب نازل فرمائی۔ علماء بھیجے صلحاء بھیجے، سمع، بصر عقل و شعور سمجھ و دانش عطا فرمائی۔ لیکن یہ ہر بات پر اڑے رہے۔ جب یہ نہیں آتے تو مجھے کیا ضرورت ہے

میں نے مہر کر دی تا کہ آئندہ کے لئے راستہ ہی بند ہو جائے۔ آ ہی نہ سکیں۔ کفر پہلے ہے مہر بعد میں۔ دوسری جگہ فرمایا۔

بَلْ طَبَعَ اللّٰہُ عَلَیْہَا بِکُفْرِہِمْ مہر کر دی اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے۔ مثلاً آپ ایک آدمی کو اپنی خوشی سے انعام دیتے ہیں۔ وہ نہیں لیتا۔ آپ زبردستی اس کی جیب میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ نکال کر پھینک دیتا ہے۔ پھر اٹھا کر دیتے ہیں۔ نہیں لیتا۔ آپ سمجھاتے ہیں کہ تیرے کام کی چیز ہے۔ اس میں تیرا ہی فائدہ ہے وہ نہیں لیتا۔ آپ خواہ مخواہ تنگ آ کر کہیں گے بھائی میں نے اتنی اس کی منت سماجت کی اور اس کا یہ حال ہے۔ آپ قسم اٹھا کر کہہ جائیں گے کہ اب تجھے میں کبھی نہیں دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے عقل و شعور دیا اپنی معرفت کے لئے، اب وہ بجائے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کے اللہ کا مخالف بن جائے۔ ان کے دل، ان کے کان پہلے ہی سے منکر ہو چکے ہیں۔ میری ہدایت کو قبول کرنے سے ان کے دل نیک بات کو قبول ہی نہیں کرتے۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ اس کی تفصیل ہے۔

گیارھویں پارے میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور فرعونیوں کو دعوت دی تو انہوں نے جھٹلا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام نے بددعا فرمائی۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِہِمْ وَ اشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ط

اے اللہ ان کے مالوں کو برباد کر۔ اور ان کے دلوں کو سخت کر دے اور ان کو ایمان کی دولت نصیب نہ کر۔ جب تک یہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

قَالَ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا۔

فرمایا تم دونوں کی دعا قبول ہو چکی۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کا پہلے مقابلہ کیا پھر تعاقب کیا۔ جب فرعون اور فرعونی دریا کے درمیان میں پہنچے اور ڈوبنے لگے۔ ڈوبتے وقت جب فرعون نے آنکھوں سے عذاب الیم کا مشاہدہ کیا تو اس وقت کہنے لگا

حَتّٰٓی اِذَآ اَدْرَکَہُ الْغَرَقُ جب ڈوبنے لگا۔ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّہٗ لَآ اِلٰہَ اِلَّا الَّذِیْٓ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْٓا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

کہا ایمان لایا میں کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے، میں فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ فرمایا:

آٰلْئٰنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ کُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ط

اب جبکہ زیست سے ناامید ہو گیا ہے۔ اب ایمان لاتا ہے ایمان ایاس۔ اب تیرا ایمان قابل قبول نہیں۔ جب تجھے اقتدار حاصل تھا تو سمجھانے سے بھی نہ سمجھا۔ اب تو تو مجبور ہے۔ ختم کا مفہوم یہ ہے کہ نافرمانی پہلے ہوئی اور مہر بعد میں لگی۔ اس کی تفصیل جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی کہ جب کوئی انسان ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ بیٹھ جاتا ہے۔ دل شفاف آئینہ ہے پھر جب کوئی انسان نافرمانی کرتا ہے تو اس کے دل پر نقطہ سوداء بیٹھ جاتا ہے۔ اگر بندہ نے توبہ کی سچے دل سے تو وہ نقطہ سودا، سیاہ نقطہ دھل جاتا ہے اگر توبہ نہ کی تو جب دوسرا گناہ کرے گا تو ایک اور نقطہ پڑ جائے اور جب تیسرا گناہ کیا تو تیسرا نقطہ سودا اس کے دل پر بیٹھ جائے گا۔ یہاں تک کہ دل کا شفاف آئینہ ایسا سیاہ ہو جاتا ہے کہ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِہِمْ کا مصداق بن جاتا ہے۔ اس لئے میرے بزرگو! اور بھائیو جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ توبہ کرنے میں دیر مت کرو۔ ڈھیل نہ لگاؤ جب کوئی گناہ سرزد ہو جائے فوراً رب العالمین سے معافی مانگو۔

باقی آئندہ شمارے میں

از مختار احمد الحسینی گولڈ میڈلسٹ
ناظم ادارۂ تعمیر حیات لاہور

موتُ العالِم موتُ العالَم

فغاں زیں چرخ دو لابی کہ ہر روز
بچاہے افگند ماۂ دل افروز را

تمام عالم کے مسلمانوں نے یہ خبر انتہائی دکھ اور اذیت سے سنی ہو گی کہ تبلیغی جماعت کے امیر علم و تقویٰ کے نشان اور رشد وہدایت کے پیغامبر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (جنہیں کل تک ہم مدظلہٗ و زیدہٗ مجدکم کہتے اور لکھتے تھے آج رحمۃ اللہ علیہ اور نور اللہ مرقدہٗ کہنے اور لکھنے پر مجبور ہیں) اس جہان فانی سے سدھار کر عالم بقا کو تشریف لے گئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مولانا کی موت تو سارے جہاں کی موت ہے علم و تقویٰ معرفت کی موت ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو جب کہ وہ سارے جہاں کا درد اپنے اندر رکھتے تھے ؎

سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

کا مصداق تھے۔ جن احباب کو حضرت کا قرب رہا ہے، جانتے ہیں کہ کس طرح ان کی ہر نظر پوری انسانیت کی فلاح و اصلاح کے لئے اٹھتی تھی ان کی ہر درد بھری دعا بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت اور فلاح اصلاح کے لئے ہوتی تھی جب کبھی بھی دربارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم میں گئے تو کعبۃ اللہ کی دیواروں کو پکڑ کر اور روضۂ اطہر کے سامنے تمام انسانیت بالخصوص عامۃ المسلمین بہتری کے لئے بکثرت دعائیں فرماتے تھے۔

آپ کی زندگی کا ہر قدم اشاعتِ اسلام کے لئے اٹھا کٹھن سے کٹھن حالات میں بھی آپ نے اپنے والدِ گرامی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے سونپے ہوئے فریضہ اور تبلیغ اسلام کے لئے کام کیا۔ ان حالات میں بھی اپنے دینی فریضہ سے سبکدوش نہیں ہوئے جب کہ تقسیم پاک و ہند ہو رہی تھی اور تمام ہندوستان آگ اور خون میں کھیل رہا تھا بالخصوص جب صوبہ بہار میں انسانیت کے خون کی ہولی کھیلی جا رہی تھی یہ مرد حق آگاہ اسلام کا مایہ ناز سپوت اور علم و معرفت کا علمبردار اپنے فریضہ کی انجام دہی میں لگا ہوا تھا۔ اور جماعتیں کی جماعتیں دین فطرت کی اشاعت و تبلیغ کے لئے نکالی جا رہی تھیں۔ ان دنوں جب گھر سے باہر نکلنا موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا یہ اپنے مشن میں مصروف تھے، اور فرماتے تھے "کہ ہمارے مصائب اور مشکلات کا حل یہ ہے کہ اس اسلام کی تبلیغ کی جائے اسی طریقہ سے ہمارا اللہ ہم سے راضی ہو گا"

حضرت کی زندگی کے کسی ایک پہلو اور گوشہ پر کچھ لکھنا اور اظہار خیال کرنا میرے بس کی بات نہیں ماطفل کم سواد وقصۂ ہائے دوست والا معاملہ درپیش ہے، اور پھر لکھوں بھی تو کون سی بات لکھوں ؎

داماں نگاہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گل چنیں نگاہِ تو زداماں گلہ دارد

مولانا کے واقعات وفات سے متعلق ہی لکھنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

مولانا نے بلاک پارک لاہور میں یکم اپریل بروز جمعرات بعد از نماز مغرب جو آخری بیان فرمایا اس میں آپ نے خلاف معمول انبیاء علیہم اسلام اور بزرگانِ دین کی عمروں کا تذکرہ فرمایا۔ "کہ فلاں نے اتنی عمر پائی فلاں نے اتنی اور میری اب اتنی عمر ہو گئی ہے یہ بہت زیادہ ہے۔" بیان کے فوراً بعد آپ کو قلب کی تکلیف ہو گئی معالج نے حالت خطرہ سے باہر بتائی۔

دوسرے دن کو نماز جمعہ اشاروں سے ادا فرمائی (اسی دن آپ کا واپس انڈیا جانے کا پروگرام تھا) اس وقت تکلیف بڑھ گئی۔

احباب ہسپتال لے جانے پر مصر تھے، اور مولانا یہ فرماتے تھے کہ "بھائی وہاں عورتیں ہوں گیں" اللہ اللہ کیا تقویٰ ہے۔ احباب نے عرض کی کہ "حضرت ایسا نہ ہو گا ہم نے اس کا بندوبست کر لیا ہے" چنانچہ آپ رضا مند ہو گئے ہسپتال لے جانے کو آپ کو کار میں بٹھایا گیا اس وقت آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے "کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے سورۃ یٰسین کا ورد بھی فرما رہے تھے آپ نے راستہ میں ایک دفعہ دریافت فرمایا کہ ہسپتال کتنی دور ہے اور پھر کہا کہ اچھا بھائی ہم تو چلتے ہیں" کلمہ شہادت پڑھا۔ ساتھیوں نے سمجھا کہ غشی طاری ہو گئی ہے۔ لیکن واقعی ہی انہوں نے سچ فرمایا تھا۔ وہ آخر چلے ہی گئے لیکن ؎

رفتید ولے نہ از دلِ ما

رشد و ہدایت کا سورج اپنی مسافت طے کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہ کہتے ہوئے غروب ہو گیا ؎

باآں گروہ کہ از ساغرِ وفامستند
سلام ما برسانید ہر کجا کہ ہستند

پانچ بجے ریڈیو پاکستان لاہور سے یہ اعلان نشر ہو رہا تھا "کہ مشہور عالم دین محمد یوسف صاحب دہلوی آج تین بجے لاہور میں حرکت قلب کے بند ہو جانے سے وفات پا گئے ہیں"

مجھے معلوم نہیں کہ یہ خبر سن کر دوسروں پر کیا بیتی اپنی حالت تو یہی تھی جو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہوئی تھی۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا ہو گیا ہے اور اتنی جلدی میرے دل سے

یہ آواز نکل رہی تھی کہ مولانا آخر آپ اتنی جلدی ہم سے روٹھ کر کیوں چلے گئے؟ ہمارے پاس اب تھا ہی کیا۔ ابھی تو کل کی بات ہے کہ ہمیں شیخ العرب والعجم حضرت مدنیؒ، امام الہند مولانا آزادؒ، قطب زماں شیخ لاہوریؒ، قطب دوراں حضرت رائپوریؒ اور امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری چھوڑ کر چلے گئے ہیں لیکن کیا ہی کیا جا سکتا تھا۔ جب قانون قدرت یہی ہے۔

کل نفس ذائقة الموت

اسی وقت بلاک پارک پہنچا میری طرح ہزاروں عقیدت مند پروانہ وار دوڑے چلے آرہے تھے میں جب اس حجرہ میں پہنچا جہاں حضرت کی نعش مبارک رکھی ہوئی تھی۔ مولانا کو ابدی اور گہری نیند سوتے ہوئے دیکھا دل کانپ اٹھا آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں نکل آئیں احترام شریعت نہ ہوتا تو نہ معلوم کیا حالت ہوتی۔ واللہ۔ حضرت کے چہرے پر اطمینان اور ابدی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں علامہ مرحوم نے ان ہی لوگوں سے متعلق تو کہا ہے ؎

نشان مرد مومن با تو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

آخر شہادت ہی کی تو موت تھی ایسا کیوں نہ ہوتا اور پھر اپنا دامن ثواب سے بھر کر لے جا رہے تھے۔ ہاں ایسے لوگ کیونکر مر سکتے ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

میں ہنوز تصویر حیرت بنا عظیم انسان کے اس معصوم و مقدس اور بارونق چہرہ کو دیکھ رہا تھا کہ ایک دوست نے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر بڑی ملائمت سے کہا کہ "بھائی اب مسجد میں چلے جاؤ اور اس مشن کے لئے کام کرو جس کی خاطر حضرت نے اپنی جان قربان کر دی ہے"۔ یہ کتنے پیارے اور ایمان افروز الفاظ تھے جن کی دلکشی اور سرور آج تک قلب و دماغ محسوس کر رہا ہے۔ مسجد میں پہنچا تو ایک بزرگ یہی تلقین فرما رہے تھے کہ بھائیو اللہ کے دین کی اشاعت و تبلیغ کے لئے وقت نکالو۔ اللہ اللہ کیسا جذبہ پیدا کر کے چلے گئے۔ واقعی ایسے لوگ مرا نہیں کرتے عشاء کی نماز کے بعد نماز جنازہ پڑھائی گئی جس میں ہزاروں عقیدت مندوں نے شرکت کی۔ رات کے ایک بجے خصوصی طیارہ کے ذریعہ حضرت کی نعش مبارک بھارت بھیج دی گئی اور لوگوں نے آخری بار اپنے محبوب امیر کو دھڑکتے ہوئے دلوں اور اشکبار نگاہوں سے الوداع کہا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

نام کتاب :- فضائل خدمت خلق
ضخامت :- ۱۱۰ صفحات
قیمت :- قسم اول ایک روپیہ
قسم دوم ۱۲ آنے
ملنے کا پتہ :- (۱) رشیدیہ کتب خانہ جامع مسجد حنفیہ پسرور ضلع سیالکوٹ۔ (۲) مکتبہ حنفیہ قادریہ چھنوں موم ضلع سیالکوٹ۔

فضائل خدمت خلق و مذمت خدمت خلق یادگار سلف عالم ربانی جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ، خلیفۂ مجاز قطب الاقطاب حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری قدس سرہ العزیز کی تالیف لطیف اور حالی مرحوم کے ان اشعار کی ترجمان ہے۔

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ مخلوق ساری ہے کنبہ خدا کا
وہی دوست ہے خالق دوسرا کا
ہو جس کو خلائق سے رشتہ ولا کا
یہی ہے عبادت یہی دین و ایماں
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

وجہ تصنیف تحریر فرماتے ہوئے حضرت مولانا مدظلہ رقمطراز ہیں:-

"عرصہ ہوا کہ وقار العلماء اسوۃ الصلحاء حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور نے فضائل نماز، فضائل روزہ، فضائل حج، فضائل صدقہ، فضائل تبلیغ اور فضائل قرآن وغیرہ کتب تصنیف فرمائی تھیں۔ ان کتابوں سے ہر طبقہ بے حد فیض یاب ہوا اور ہو رہا ہے (اللہ تعالیٰ قیامت تک یہ سلسلۂ فیض قائم دائم رکھے) لیکن اس مبارک سلسلہ میں ایک گوشہ خالی نظر آیا یعنی "فضائل خدمت خلق"۔ اس عاجز ناکارہ نے اللہ تعالیٰ سے ایک مدت التجاء کی کہ اے اکرم الاکرمین، الرحیم الراحمین اس موضوع پر احقر کو لکھنے کی توفیق مرحمت فرما۔ میں تیری رحمت کا مستحق نہیں ہوں لیکن سب سے زیادہ محتاج ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے محض محتاج سمجھ کر توفیق بخشی۔"

مصنف کتاب کی بے نفسی، للہیت اور خدا دوستی مذکورہ بالا سطور کے لفظ لفظ سے ظاہر ہو رہی ہے اور تصنیف انہیں جذبات وخیالات کی آئینہ دار ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لے کر اولیائے کرام اور اصلحائے امت تک تمام اقوال و افعال سے خدمت خلق کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، اور ثابت کیا گیا ہے کہ ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

درحقیقت دین دو چیزوں حقوق اللہ اور حقوق العباد سے عبارت ہے۔ خدمت خلق حقوق العباد ادا کرنے کی اعلیٰ صورت ہے۔ اس طرح گویا فضائل خدمت خلق تحریر فرما کر حضرت مولانا پسروری مدظلہ نے آدھے دین کی ترجمانی فرمائی ہے لیکن اگر آج کل کے حالات، لوگوں میں حرص و ہوا کے جذبات اور خود غرضی کی فراوانی حقوق العباد کے سلسلے میں شریعت کے احکام اور زیر نظر کتاب کا مطالعہ کیا جائے تو کہنا پڑے گا کہ مصنف مدظلہ نے دراصل پورے ہی دین کی ترجمانی فرما دی ہے اللہم زد فزد۔ پیارے پیارے واقعات، بزرگوں کے ایمان افروز تذکرے اور روح پرور تعلیم۔ غرض کتاب کیا ہے فضائل و شمائل کا ایک حسین گلدستہ ہے جسے مصنف مدظلہ نے نہایت محبت و اخلاص اور عشق الٰہی کی حلاوت سے سرشار ہو کر ترتیب دیا ہے تاکہ امت مسلمہ خلق محمدی کی تصویر اور خیر امت کا مصداق بن سکے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی اس سعی کو مقبول و منظور فرمائے اور اس کے صلہ میں اپنی رضا کے تمغہ سے نوازے آمین۔

ہم قارئین خدام الدین سے کتاب کے مطالعہ کی پُرزور درخواست کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انقلابی تفسیر

آخری قسط

سُورَۃُ المُنَافِقُوْن

(مدنی سورت ہے)

از :۔ امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ —— مرتبہ :۔ خدابخش بشیر احمد بی اے

جملہ معترضہ

(منجانب مرتب) حضرت مولانا سندھیؒ لاہور سے ایک عالم کو اپنے ساتھ گوٹھ پیر جھنڈے (سندھ) لے گئے وہ ان کی درسگاہ میں پڑھانے لگ گیا ایک روز اس عالم نے مولاناؒ سے بڑے زور سے کہا کہ میں فلاں روز لاہور جا رہا ہوں میرے لئے تین سو روپے کا بندوبست ہو جانا چاہیئے۔ مولاناؒ کے پاس کچھ بھی نہیں تھا جس روز کا ان عالم صاحب نے نوٹس دیا تھا اس سے ایک روز پہلے وہ پھر روپے لینے کے لئے پیچھے پڑ گئے مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد وہ عالم آگے بڑھے کہ وہیں مولاناؒ سے پھر تقاضا کریں لیکن مولاناؒ نوافل پڑھنے کے لئے نیت باندھ چکے تھے عالم صاحب کو مایوس ہو کر بیٹھ جانا پڑا لیکن وہ تملاتے رہے۔ مولاناؒ نے ابھی دو نفل پڑھ کر سلام پھیرا ہی تھا کہ ایک شخص مسجد میں آیا اور روپوں کی ایک تھیلی مولاناؒ کے سامنے پیش کی آپ نے اشارہ فرمایا کہ یہاں رکھ دو وہ رکھ کر چلا گیا پھر مولاناؒ نے اس عالم کو اشارہ کیا کہ ان روپوں میں سے لے لو انہوں نے اپنے مطالبے کے تین سو روپے گن کر لے لئے اور باقی روپے جو تعداد میں کئی سو تھے، تھیلی ہی میں رہنے دیئے۔ مولاناؒ کی زندگی میں ایسے بہت سے واقعات آئے کہ پلے ایک پیسہ بھی نہیں لیکن ہزاروں کی ضرورتیں فضل الٰہی سے پوری ہوتی ہیں۔ اور آپ برابر انقلابی کام میں لگے رہے۔

ان کے شاگرد رشید حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی بھی توکل علی اللہ کی بے شمار مثالوں سے پر ہے۔ ۸؎ یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

(۲) انقلابیوں کے اخراج کی سازش

ان کی دوسری کوشش یہ ہے کہ انہیں اس سرزمین سے ہی نکال دیں جو انقلاب کا مرکز بن گئے ہیں چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے کی طرف واپس گئے (یہ واقعہ سفر میں پیش آیا) تو "عزت والے لوگ" ذلیل لوگوں کو نکال باہر کریں گے۔

منافقوں کا سردار عبداللہ بن اُبَیّ اپنے آپ کو عزت والا سمجھتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ) "ذلیل" قرار دیتا ہے ان لوگوں کو یہ معلوم ہی نہیں کہ حقیقی عزت تو اللہ رسول اور مومنین کے لئے ہے مومنین کو عزت کہاں سے نصیب ہوگی؟ اس کا ان منافقین کو علم ہی نہیں جب رئیس المنافقین (عبداللہ بن اُبَیّ) کے بیٹے کو معلوم ہوا کہ اس کے باپ نے کہا ہے "عزت والا" ذلیل کو مدینے سے نکال دے گا، وہ اس قول کا مطلب سمجھتا ہے اس نے مدینے میں اپنے باپ سے کہا ابا! اپنے آپ کو ذلیل کہہ ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا اللہ کی قدرت دیکھو عبداللہ بن اُبَیّ کو یہ لفظ کہنے ہی پڑے۔

اسی طرح احکام الٰہی کی تکمیل سے جان چرانے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جان چرانے والا شخص اسی پر اکتفا نہیں کرتا کہ خود عمل نہیں کرتا بلکہ آخرکار وہ مخالفانہ قوت پیدا کر کے قرآنی انقلابی مرکز کو برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اپنے آپ کو روپے والا اور عزت والا مانتا ہے اور اس زعم میں وہ حق کی مرکزی طاقت کو توڑنے کی کوشش کرتا ہے۔

ایک پیش گوئی

ان آیتوں میں یہ سمجھا دیا کہ یہ لوگ اسی کوشش میں ناکام رہیں گے اور قرآن کی طاقت کو توڑ نہیں سکیں گے قرآن حکیم کی تحریک نہ روپے پیسے کی تنگی سے فیل ہو گی نہ اس کی مرکزی طاقت کو زمین سے مٹایا جا سکتا ہے چنانچہ مدنی انقلابی تحریک کی کامیابی ایک تاریخی حقیقت بن چکی ہے لیکن منافقین کا نام و نمود بھی نہ رہا۔

نفاق کا انسداد

اب ایسے اعمال بتائے جائیں گے کہ نفاق پیدا نہ ہو۔

۹ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَ لَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ

ذکر اللہ سے مراد : قرآن حکیم ہے۔

قرآن کے علوم کے حصول کو مقدم کرو

قرآن حکیم کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے سے مال اور اولاد کے بکھیڑوں کی وجہ سے پیچھے نہ رہ جاؤ ایمان حاصل کرنے کا صحیح طریق یہ نہیں ہے کہ پہلے اپنے بچوں کے لئے مال و زر جمع کرنے میں لگے رہو فرصت ملی تو قرآن بھی پڑھ لیا صحیح طریقۂ عمل یہ ہے کہ اچھا وقت اور اچھی طاقت قرآن حکیم سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں صرف کی جائے۔ پھر جو وقت اور طاقت بچ رہے وہ بال بچوں کی جھگڑوں اور دولت کے بکھیڑوں میں صرف کی جائے۔

وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

جو شخص مال و دولت کے جھمیلوں

کو ذکر اللہ پر مقدم کرتا ہے وہ دماغی قوت وغیرہ تو دولت کمانے میں صرف کر لیتا ہے اور جب اعضاء و قویٰ مضمحل ہو جاتے ہیں تو کہتا ہے لاؤ تھوڑا سا قرآن بھی پڑھ لیں جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ نقصان میں رہیں گے انہیں حقیقی علم حاصل نہیں ہوگا وہ بظاہر تو قرآن حکیم کے عالم ہوں گے لیکن ان میں طاقت عمل نہیں ہوگی۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۝

(۲) مال خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو تاخیر نہ کرو

جس طرح ذکر اللہ کے سمجھنے میں تاخیر کرنے سے یہ نقصان پہنچتا ہے کہ صحیح معرفت دماغ میں نہیں بیٹھتی اسی طرح مال و دولت جو اللہ کے لئے صرف کرنی ہو (یعنی دینی کام پر لگانی ہو) اسے فوراً دے ڈالنا چاہیئے اس میں تاخیر کرنے سے بعض اوقات بُرا نتیجہ پیدا ہوتا ہے مثلاً انسان مر جاتا ہے اور مرتے وقت یہ حسرت پیدا ہوتی ہے کہ کاش میں اپنی دولت کسی اچھے کام میں صرف کرتا۔ موت کا وقت معلوم نہیں ہے اس لئے جو روپیہ اچھے کام میں صرف کرنا ہو اسے فوراً خرچ کر ڈالنا چاہیئے تاکہ پھر یہ نہ کہنا پڑے کہ اگر میں زیادہ دن زندہ رہتا تو یوں کرتا۔ اور اللہ کے سامنے جا کر یہ بہانہ بنائے کہ اگر مجھے مہلت ملتی تو یوں کرتا کچھ دن زندہ رہتا تو نیک بنتا اور مال دیتا اس وقت یہ سب بے سود ہوگا اس لئے جو کچھ کرنا ہے اب کر لو۔

وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا وَاللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝

کیا اللہ تعالیٰ اس مال و دولت کی خاطر اس قانون کو بدل دے، جس کے مطابق اُسے مارنا ہے؟ یہ نہیں ہو سکتا۔

ان باتوں میں جلدی کرو

جب انسان بنایا گیا اس وقت اس میں چند محدود قوتیں رکھی گئیں یہ مختلف سلسلے ہیں جن کے ماتحت یہ قوتیں رکھی گئی ہیں اس حد بندی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوتوں کے مطابق وقت پر مر جاتا ہے۔ جو حد بندیاں لگائی گئی ہیں، وہ ایک سلسلۂ عظیم کے ماتحت ہیں تو کیا اس کم دل کے چار پیسوں کی خاطر وہ سارے سلسلۂ قانون کو بدل دے؟ یہ کبھی نہ ہوگا کہ قانون کے مطابق وقت آجائے تو اسے اور زندگی دی جائے اللہ ایسا کبھی نہیں کرے گا۔

وَاللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۝

ایک استثناء

جو کچھ تم کرتے ہو اور جو تمہارے ارادے ہیں اللہ سب کی تہہ تک سے واقف ہے۔ اگر کسی شخص نے اللہ کے کام میں روپیہ دینے میں کسی صحیح ضرورت کی وجہ سے تاخیر کی ہے مگر اس نے دینے کا پختہ ارادہ کر رکھا تھا اور اتفاق سے وہ روپیہ دینے سے پہلے مر گیا تو اس کا یہ عمل ضائع نہ ہوگا البتہ بے ضرورت تاخیر کی پُرسش ہوگی۔

بقیہ:- اداریہ

لگے رہیں گے اور اس پر چلتے رہیں گے، اور اس علم اور جذبہ کو باقی رکھیں گے جو انہوں نے جماعت میں پیدا کیا۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ زندہ رہیں گے۔

درحقیقت قلق کی بات یہ ہے کہ سخت قحط الرجال ہے۔ اکابر امت میں سے جو بھی جدا ہوتا ہے اس کا قائمقام نظر نہیں آتا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کے جانشین میں وہی صلاحیتیں ودیعت فرمائے جو خود حضرت مرحوم کی ذات میں موجود تھیں اور وہ نہ صرف ان کے مشن کو پورا کریں بلکہ اسے آگے بھی بڑھا سکیں آمین۔ ہمیں اللہ رب العزت کی ذات سے امید ہے کہ وہ حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت جی مرحوم کے مشن اور صدقۂ جاریہ کو جاری رکھے گا اور وہ تمام راستے کھلے رہیں گے جو ان کے ناخن تدبیر نے کھولے اور جن پر چل کر لاکھوں انسان ذکر اللہ میں مگن اور فکرِ آخرت کی دھن میں مست ہیں۔

ادارہ خدام الدین مخدوم مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی، صاحبزادہ محمد ہارون صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، مرحوم کے دوسرے اعزہ و اقرباء اور پس ماندگان کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے اور ان کے غم میں نہ صرف شریک ہے بلکہ خود کو بھی تعزیت کا مستحق سمجھتا ہے کیونکہ ادارہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کو اپنے ایک شفیق مربی کی وفات تصور کرتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم پر اپنی بیکراں رحمتوں کی بارش فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین۔ قارئین خدام الدین سے درخواست ہے کہ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایصال ثواب فرمائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں (ادارہ)

رائے ونڈ میں اللہ والوں کا اجتماع

تبلیغی جماعت کے امیر حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی

ایک ایمان افروز تقریر

"ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز"

(آنکھوں دیکھا حال)

جناب محمد اسلم صاحب

اجتماع کے آخری روز ملک اور بیرون ملک بھیجنے کے لئے تقریباً ایک سو تبلیغی وفود ترتیب دیئے گئے۔ اپنے اپنے بستر، اپنا اپنا خرچ، اصلاح ذات کا جذبہ اور دوسرے بزرگان خدا تک اللہ کی بات پہنچانے کی فکر۔ یہ سب مناظر روح کو وہ بالیدگی بخش رہے تھے جو سینکڑوں وعظ سننے سے بھی حاصل نہ ہوتی۔

کافی دنوں سے شہر کی اکثر مساجد میں یہ دیکھنے میں آتا رہا کہ عصر یا مغرب کی نماز کے بعد ایک صاحب کھڑے ہوتے اور بڑی نرمی سے یوں گویا ہوتے:۔

"بھائیو! دعا کے بعد تشریف رکھیے، دین کی بات ہو گی"۔

کہنے والے کی اتنی سی بات میں جو سادگی اور خلوص ہوتا وہ سب کو مجبور کر دیتا کہ سن کے جائیں۔ اس کے بعد امام صاحب دعا کرتے اور پھر انہی کہنے والوں میں سے کوئی ایک اللہ کا بندہ کھڑا ہو جاتا اور بغیر کسی تصنع کے ۱۰-۱۵ منٹ نہایت سادہ الفاظ میں کچھ بیان کرتا — جس کا خلاصہ یہ ہوتا کہ اس دنیا کی زندگی چند روزہ ہے، اس طرح کے کام کریں کہ حشر کے میدان میں رسوائی سے بچ جائیں۔ بات واقعی دل کو لگتی اور جی چاہتا کہ یہ اسی طرح ہوتا رہے۔ تاکہ سنتے سنتے شاید اس دنیا کی بے ثباتی کا یقین آ جائے۔ آخر میں یہ کہا جاتا کہ اس مہینے کی ۲۱، ۲۲، ۲۳ کو لاہور کے قریب رائے ونڈ میں ایک اجتماع ہو رہا ہے جس میں آخرت کی زندگی کے بارے میں باتیں ہوں گی۔ آخر ۲۰ تاریخ بھی آن پہنچی۔ شوق ابھرا کہ چلو دیکھیں۔ آخرت کی زندگی کے کیا نقشے بنائے جاتے ہیں۔ کچھ دوستوں کو آمادہ کیا۔ شام کو چلتے وقت کچھ بزرگوں سے تذکرہ کیا۔ انہوں نے بر وقت ہی اطلاع دینے کا گلہ کیا ندامت ہوتی کہ اس دنیا کے جھمیلوں میں لگے رہے اور پہلے سے کیوں نہ حاضر ہو سکے۔

رات ۱۰ بجے اسٹیشن پہنچے ٹکٹ خریدنے لگے دیکھا کہ ہزاروں لوگ کھڑے ٹکٹ لے رہے ہیں۔ اپنی باری آئی ۱۳ آنے نکال کر "بابو" کو دیئے۔ ٹکٹ دیکھا ۷۹ پیسے کا تھا حساب سے دو پیسے واپس ملنے چاہئیں تھے شاید ان دو پیسوں کی کوئی حیثیت نہ جانتے ہوئے واپس کرنے کی ضرورت نہ سمجھی گئی۔ ارد گرد کے لوگوں سے پوچھا سبھی سے ۱۳ آنے (۸۱ پیسے) ہی لئے جا رہے تھے۔ اندازہ لگائیے صرف ان دو تین دنوں میں کیا کچھ جمع ہوا ہو گا۔ اور آخر کیوں نہ ہو ریلوے کے محکمہ کو ۷۹ پیسے دینے کے بعد ان "خدمت" کرنے والوں کو بھی تو دو پیسے بچ جانے چاہئیں

کراچی ایکسپریس ۱۰ بج کر ۲۵ منٹ پر چلی، کوئی ڈبہ ایسا نہ تھا جو اندر اور باہر بھرا نہ ہو۔ بڑے اطمینان سے سفر گذرا کوئی تو تکار نہ ہوئی کوئی دھکم پیل نہ ہوئی۔ دوسرے کے لئے جگہ خالی کرنے کا جذبہ موجود تھا۔ سوا گیارہ بجے رائے ونڈ سٹیشن پر اتر گئے۔

کوئی تین فرلانگ پر اجتماع گاہ تھی۔ سادہ سی مسجد، باہر صحن میں شامیانے تنے ہوئے اور تل دھرنے کو جگہ نہیں ایک طرف بیسیوں لمبی لمبی کاریں کھڑی تھیں۔ دوسری طرف تین چار بسیں۔ معلوم ہوا کہ ہیلی کالج اور چیف کالج کے طالب علم اکٹھے ہو کر بسوں میں آئے ہیں۔ مسجد کے فرش پر، جو جس کے پاس تھا، بچھایا گیا اور چند گھنٹے آرام کرنے کی کوشش کرنے لگے۔

۲۱ر کی صبح نماز فجر کے بعد دہلی سے تشریف لاتے ہوئے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا (جو اس جماعت کے امیر اور مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے) خطاب ہوا۔ تین گھنٹے تک لوگ ہمہ تن بیٹھے سنتے رہے باتوں میں وزن تھا، حقیقت تھی، خلوص تھا آخر اللہ اور اس کے رسولؐ کی باتوں میں یہ سب کچھ کیوں نہ ہوتا۔ مولانا نے فرمایا:۔

"بھائیو! انسان اس دنیا میں دو چیزوں پر محنت کرتا ہے۔ ایک اس دنیا کی چیزوں پر مثلاً مکان، دکان، زمین، تجارت، کارخانے، ملازمت — غرضیکہ جس چیز پر بھی محنت کی جائیگی پورا دھیان اس طرف ہو گا۔ دل انہی چیزوں میں اٹکا رہے گا نتیجہ یہ ہو گا کہ اپنی ذات کی تکمیل رہ جائیگی، مرنے پر ان چیزوں پر کی گئی محنت ساری کی ساری دھری رہ جائے گی اور انسان اس دنیا سے بالکل خالی جائے گا اور جب حشر کے میدان میں اپنی ذات پر محنت کرنے والوں کو دیکھے گا تو اپنے آپ پر روئے گا۔ اتنا روئیگا کہ آنسوؤں کے دریا بہہ نکلیں گے"۔

پھر فرمایا:۔

"اپنی ذات پر محنت کرنے (یعنی اپنی زبان پر محنت، اپنے کانوں پر محنت، اپنی آنکھوں پر محنت، اپنے دل پر محنت، غرض ہر حصۂ جسم پر محنت کرنے سے) اس درجہ تک پہنچ جائے گا کہ صرف ایک آنکھ کے جھپکنے سے اس پوری کائنات سے کروڑوں درجے زیادہ قیمتی جنت عطا کی جائے گی۔ آپ جا رہے ہیں سامنے سے غیر محرم عورت پر نگاہ پڑی۔ دل نے کہا بس اب اگر آنکھ اٹھائی تو برباد ہو جائے گا۔ آنکھ دوسری طرف پھر گئی۔ اس ایک بار کے پھرنے سے اللہ رب العزت وہ کچھ عطا فرمائینگے کہ تصور ناممکن۔ ان عطا کی جانے والی چیزوں میں سے کوئی چیز بھی اگر اس دنیا میں آ جائے تو پوری دنیا حاصل کرنے کے لئے لڑ دے"۔

باتیں دل میں اترتی چلی گئیں۔ اپنے آپ پر ندامت ہوتی کہ زندگی یوں ہی گذر گئی

جس طرح اب تک گذری تو کیا ہوگا؟ آٹھ سے دس ہزار کا مجمع، جس طرف نظر اٹھی انسان ہی نظر آئے وہ انسان جو محض اللہ کی خاطر اتنی دُور دراز سے سفر کرکے صعوبتیں جھیل کر اس ویرانے میں اکٹھے ہو گئے تھے۔

مولانا نے فرمایا:۔

"محض اللہ کی خاطر یوں جمع ہونے والوں پر اللہ کے فرشتے آسمان سے زمین تک حلقہ بناتے اور سلامتی بھیجتے ہیں۔ اللہ کرے آج دنیا میں صرف اللہ ہی کی خاطر لوگ جمع ہؤا کریں تاکہ اللہ کی رحمتیں اس زمین پر اتریں اور انسان سکون قلب سے ہمکنار ہوں۔"

اس مجمع میں امیر بھی تھے، غریب بھی۔ چھوٹے بھی تھے بڑے بھی۔ بچے بھی تھے، بوڑھے بھی۔ پنجابی بھی تھے سندھی بھی سرحدی بھی تھے، بنگالی بھی۔ عرب سے آئے ہوئے بھی تھے، ہندوستان سے بھی۔ ملوں والے بھی تھے اور خوانچہ فروش بھی۔ دینی مدارس کے طلباء بھی تھے، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طالب علم بھی۔ غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے محض خدا کی خوشنودی کی خاطر جمع ہو گئے تھے۔ جس کو مسجد میں جگہ نہ مل سکی وہ باہر ہی بیٹھ گیا خواہ امیر تھا یا غریب۔ کوئی نمائش گاہ نہ تھی، کوئی تین تین چار چار رنگے بڑے بڑے پوسٹر نہ تھے۔ کوئی پچھلی کارگذاریوں کے بیان نہ ہوتے بس ایک ہی تڑپ تھی کہ ہم سدھر جائیں تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔ سب کو اپنی ذات کی کوتاہیوں، ناکامیوں اور نامرادیوں کا احساس تھا۔ دوپہر کو الگ الگ حلقوں میں بٹ کر تعلیم ہوئی سنا گیا کہ نماز کیا ہے، دعا کیا ہے۔ نماز یوں پڑھنے سے کیا ملے گا اور جن لوگوں نے یوں پڑھی انہوں نے کیا پایا۔ دعاؤں سے کیا ہوتا ہے۔ جس طرح دعا مانگنے کا حق ہے اس طرح مانگی جائے تو کیا ملتا ہے اور اس طرح جنہوں نے مانگی کیا پایا۔ پچھلوں کے تذکرے تھے۔ دولت والوں کا تذکرہ آیا۔ تو قارون و ہامان کی دولتوں کے نقشے بنائے گئے۔ غربت کا ذکر ہؤا تو صحابہ کرام کی زندگیوں کے واقعات بتائے گئے۔

فاقوں کا ذکر چھڑا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بتلائی گئی۔ خدا کو خوش کرنے والوں نے کیا کھویا اور کیا پایا۔ یہ معلوم ہؤا۔ دو گھنٹے کی تعلیم کے بعد کھانے اور نماز کا وقت ہؤا۔ ایک طرف کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ دکان داروں نے دکانیں بھی لگائی ہوئی تھیں جس کا جہاں جی چاہا کھا لیا۔ اجتماع والوں کی طرف سے کھانے کا کوئی پیسہ نہ لیا جاتا۔ عصر کی نماز کے بعد لائل پور کے مفتی زین العابدین صاحب کا بیان ہؤا۔ تھوڑے سے وقت میں بہت کچھ سمجھا دیا گیا۔ خدا نے بولنے کا خوب ملکہ دیا ہے سن کر وجدانی کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے۔ بتایا گیا کہ

"انسان جب اپنے آپ محنت کرتے کرتے اس درجہ تک پہنچتا ہے جس پر اللہ راضی ہو کر اس کے صرف ہاتھ اٹھنے پر ہی فیصلے فرما دیتے ہیں تو دنیا میں کیا ہوتا ہے دنیا کس طرح اس کے پیچھے آتی ہے۔ آج ہم لوگ دنیا کے پیچھے بھاگتے ہیں اور وہ ہے کہ ہاتھ ہی نہیں آتی۔"

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے کے واقعات سنائے گئے اور کچھ اس انداز سے کہ ایمان تازہ ہو گیا بتایا گیا کہ:۔

"انسان جب بنتا ہے تو اس ڈر سے کہ اس کے مرنے کے بعد کہیں فرشتے اسے غسل اور دفن نہ کرنے لگ جائیں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم عجلت سے غسل دیتے اور جلدی جنازہ لے جاتے ہیں اللہ کے پاک رسول جنازے کے ساتھ پنجوں کے بل چلتے ہیں۔ پوچھنے پر فرمایا جاتا ہے کہ اتنے فرشتے آسمان پر سے اتر کر ساتھ ہو لئے ہیں کہ پورا پاؤں رکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔"

مغرب کے بعد عرب سے آئے ہوئے ایک اللہ کے بندے کا بیان شروع ہؤا۔ زبان عربی تھی لہجہ انتہائی خوبصورت، جی چاہتا اللہ اور اس کے پیارے رسولؐ کی زبان بولتا رہے۔ مترجم صاحب ساتھ بیٹھ گئے۔ پون گھنٹہ دین کے مختلف پہلوؤں پر نہایت وضاحت سے روشنی ڈالتے رہے۔ عدل و انصاف، معاشرت و معیشت اور دنیا کے مختلف علاقوں میں اسلام کی دعوت کے پھیلاؤ پر معلوماتی تقریر کی۔

رات کے خطاب میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا بیان ہؤا۔ لاہور اور قریباً ہر شہر کے مختلف حلقۂ فکر کے علماء کرام موجود تھے۔ مولاناؒ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہ تھی۔ کھانسی اور نزلہ کا زور رہا۔ لیکن دین کی محبت کچھ اس طرح غالب ہے کہ کسی چیز کی پروا نہ کرتے ہوئے مسلسل بولتے ہیں۔ عام اجتماع ہو یا خاص، شہری حضرات کے اجتماع میں بولنا ہو یا میواتی حضرات میں، اس بولنے اور پوری قوت سے بولنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی۔ بتایا جاتا رہا کہ:۔

"نمرود کی خدائی پوری قوت سے اس کوشش میں لگی رہی کہ آج کی رات کسی بچّے کے وجود کی بنیاد نہ پڑے۔ تمام ملک کے مرد الگ اور عورتیں الگ کر دی گئیں۔ پہرے لا بٹھا دیئے گئے۔ لیکن ہؤا کیا۔ خدا کے حکم کے مطابق جو کام ہونا تھا ہو کے رہا۔ دشمن کے گھر حضرت ابراہیم علیہ السلام پل رہے ہیں۔ تو خدا جب کرنے پہ آتا ہے۔ دنیا کی کوئی طاقت کچھ نہیں کر سکتی۔"

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے واقعات بتائے جاتے رہے۔ ایک طرف اس دنیا اور اس کے اندر کی تمام چیزوں کی بے بسی، دوسری طرف خدائے بزرگ و برتر کی عظمت، دل میں یہ سب کچھ یوں نقش ہوتا رہا۔ جیسے ہونے کا حق ہے۔ آخر کیوں نہ ہو کہنے والا پورے یقین سے کہہ رہا ہے۔ زبان کے ساتھ دل کی گہرائیوں کی آواز شامل ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ:۔

"اگر کوئی فاسق اور جھوٹا شخص تمہارے پاس اس قسم کی خبر لائے کہ کوئی گروہ یا فرد تمہارے مال اور جان کے بارے میں بُرے ارادے کر رہے ہیں تو اس امر کے باوجود کہ اس کا جھوٹا ہونا تمہارے نزدیک مسلّم ہے تم اپنی مال اور جان کی فکر میں لگو گے۔ لیکن جس اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا یہ ایمان ہے کہ سچے نبی ہیں۔ اگر اس ایمان میں کچھ بھی کمی ہے تو ہم مسلمان ہی نہیں۔ وہ فرما رہے ہیں کہ اے لوگو! اس دنیا کی حقیقت کچھ نہیں۔ اللہ کے نزدیک اس کی حیثیت مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں جو کچھ بھی ہے آخرت کی زندگی ہے۔ اُس کے لئے کچھ کر لو۔ ورنہ اس نہ ختم ہونے والی زندگی میں تڑپو گے۔ لیکن یہ سن کر ہمیں یقین نہیں آتا۔ کیوں؟ اس لئے کہ اس دنیا کے مال و اولاد ہمارے مشاہدے میں ہیں اور آخرت کی زندگی غیب میں۔ بس اسی کا نام ایمان بالغیب ہے جب دیکھ لیا تو غیب کہاں رہا۔"

رات گیارہ بجے تک یوں ہی دین و ایمان کی باتیں ہوتی رہیں۔ نماز پڑھی گئی۔ ایک ہی صف میں ہر درجے، ہر زبان، ہر عمر اور مختلف رنگ و نسل کے دینی بھائی

اللہ کے حضور یوں کھڑے ہوتے جیسے ان کا وجود ہی نہیں ہے۔ چاروں طرف ایک سناٹا امام صاحب ان سب کی طرف سے اللہ کے حضور عرض گذار رہے ہیں۔ بارہ بجے کچھ آرام کی فکر میں لگ گئے کچھ اللہ سے باتیں کرنے ہیں۔ ۴ بجے آنکھ کھلی۔ آگے پیچھے، دائیں بائیں بہتوں کو کھڑے پایا۔ اللہ اکبر، کیا سرور ہے اس کھڑے ہونے ہیں۔

۲۲ر کی صبح نماز کے بعد پھر تقریر ہوئی۔ دوپہر کو تعلیمی حلقے بنائے گئے عصر کے بعد ہندوستان سے آئے ہوئے علی گڑھ یونیورسٹی کے گریجویٹ اور پھر علم دین سے پورے واقف مولوی محمد عمر صاحب کی تقریر ہوئی۔ خوب سلیقے سے بیان فرماتے ہیں تھوڑے سے وقت میں ہر انداز کا خوب مواد ذہنوں میں بسایا۔ زبان اللہ کی عظمت کے ترانے خود بخود گانے لگے۔

غرض اسی طرح یہ تین دن کا روح پرور اجتماع چلتا رہا۔ احساس دلایا جاتا رہا۔ کہ سب بگاڑ اپنی ذات میں ہے اگر یہ درست ہو جائے تو سب درست ہو جائے گا۔

آخری روز اللہ کے راستے میں اپنی ذات پر محنت کرنے کے لئے جن لوگوں نے وقت دئے ان کی تشکیل جماعتوں کی شکل میں ہوئی۔ ہر جماعت میں ۸ سے بارہ تک اللہ کے بندے جمع کر دئے گئے۔ سو کے قریب جماعتیں بن گئیں۔ جن کو ملک کے کونے کونے میں بھیجا گیا۔ تاکہ ان فانی چیزوں سے کچھ دیر کے لئے کٹ کر آدمی اپنی ذات پر محنت کر سکے۔ ہر جماعت کا ایک امیر مقرر کر دیا گیا۔ اپنے اپنے بستر، اپنا اپنا خرچ اور اپنی اپنی ذات پر محنت کرنے کا جذبہ اور دوسرے بندگانِ خدا تک اللہ کی بات پہنچانے کی فکر، یہ سب منظر اس قدر روح کو بالیدگی بخشتے رہے کہ سینکڑوں وعظ بھی یہ نہ کر سکیں۔ اختتام پر دعا ہوئی۔ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے دعا کی۔ اپنے گناہوں کی توبہ، مغفرت، آخرت کی سرخروئی، دین کی عظمت، تمام انسانوں کے لئے ہدایت طلبی، یہ سب باتیں اللہ سے طلب کی گئیں دعائیں مانگی گئی جس طرح مانگنے کا حق ہوتا ہے کوئی آنکھ نہ تھی جو روئی نہ ہو — کوئی زبان نہ تھی جو ہلی نہ ہو۔ کوئی دل نہ تھا جو پھٹ پڑنے پر نہ آیا ہو۔ بس ایک ہی احساس تھا کہ اتنی زندگی جو گذری ناکامی میں گذری۔ میں ہی سراپا معصیت ہوں۔ سب برائیاں مجھ ہی میں ہیں۔ اے اللہ! ان سب کوتاہیوں کو معاف فرما اور میری زندگی کو اپنے راستے پر لگا دے۔

اس طرح ۲۳ر کی دوپہر کو یہ مبارک اجتماع ختم ہو گیا۔

(بشکریہ "شہاب")

اجتماع

آج سابقہ انجمن خدام الاسلام کے اراکین و دیگر مسلمانانِ سوہدرہ کا ایک اہم اجتماع زیر صدارت مولانا قاری محمد شریف صاحب قصوری منعقد ہوا۔ اجلاس میں انجمن خدام الدین لاہور کے زیرِ اہتمام قاسم العلوم و متعلقہ جامع مسجد سوہدرہ کی انتظامیہ کمیٹی بنام خدام الدین سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور حسب ذیل حضرات اتفاق رائے عہدیدار منتخب ہوئے۔

(۱) سرپرست اعلیٰ۔ جانشین امام اولیاء حضرت مولانا محمد عبید اللہ انور صاحب مدظلہٗ امیر انجمن خدام الدین لاہور۔

(۲) صدر:۔ الحاج ماسٹر لال دین صاحب سوہدرہ

(۳) نائب صدر:۔ میاں محمد اسمٰعیل صاحب سوہدرہ

(۴) ناظم اعلیٰ:۔ مولانا قاری محمد شریف صاحب قصوری صدر مدرس قاسم العلوم، خطیب جامع مسجد سوہدرہ

(۵) نائب ناظم:۔ جناب ماسٹر محمد فاضل منور صاحب۔

(۶) خزانچی:۔ میاں روشن دین صاحب

(۷) ناظم نشر و اشاعت:۔ ماسٹر بشیر احمد صاحب

علاوہ ازیں چار افراد پر مشتمل مجلس شوریٰ اور بارہ اراکین پر مشتمل مجلس عاملہ کا انتخاب ہوا۔ اسماء اراکین شوریٰ۔

(۱) جناب ماسٹر محمد یونس صاحب۔

(۲) جناب ماسٹر کریم الدین صاحب۔

(۳) جناب عبد العزیز صاحب

(۴) جناب علی محمد صاحب۔

اراکین مجلس عاملہ

(۱) جناب محمد حنیف صاحب (۲) جناب عبد المجید صاحب (۳) محمد اسمعیل صاحب (بابا) (۴) جناب محمد اسمعیل صاحب (۵) جناب نور محمد صاحب (۶) جناب بیربل صاحب (۷) جناب حبیب اللہ صاحب (۸) جناب کریم اللہ صاحب (دکاندار) (۹) جناب شکر اللہ صاحب (۱۰) جناب محمد رمضان صاحب (۱۱) جناب کریم اللہ صاحب (۱۲) گھسیٹے خاں صاحب۔

بچوں کا صفحہ

اسلام کا نغمہ حیات

ماسٹر سالاری پانی پتی سی ٹی
جامعہ حمیدیہ

سائنس کی ترقی اور اس کی بے شمار ایجادات نے اس مادی دنیا میں انقلاب برپا کر دیا ہے۔ سائنس نے سمندروں کے سینے چیر کر رکھ دیئے۔ زمینوں کے فاصلے ناپ ڈالے۔ پہاڑوں کی اونچی اونچی چوٹیاں سر کر لیں اور فضاؤں میں اپنی قوت کے مظاہرے دکھلا دیئے اور آج تو یہ عالم ہے کہ دنیا چاند اور ستاروں پر کمندیں ڈال رہی ہوں۔ روس اور امریکہ اس تجرباتی دنیا میں پیش پیش ہیں۔ ان کے بلند بانگ دعوے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا متوحش اور فکرمند ہے کہ دعوے بالآخر کیا رنگ لائیں گے۔ جو باوجود اپنے بلند بانگ دعاوی کے ایک دوسرے سے لرزاں و ترساں ہیں۔ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی تیاری اچھا شگون نہیں بلکہ نرا خطرہ ہی ہے۔ کیونکہ ان سائنسدانوں کی ایک لغزش بھی خرمنِ امن کو برباد کر سکتی ہے۔

غیروں کا تو کہنا ہی کیا۔ ہمیں تو اپنوں سے شکایت ہے۔ جو ٹک ٹک دیدم دم نکشیدم کے مصداق تصویر بنے بیٹھے ہیں۔ وقت آ گیا ہے کہ عالم اسلام دنیا کی قیادت کا بیڑا اٹھائے اور تباہ کن حرکات سے انہیں باز رکھے۔ دنیا میں امن بحال کرے اور سکون دنیا پر راج کرے۔ اور ایسا راج کہ جس سے کہ اسلامی دورِ اوّل کی یادیں تازہ ہو جائیں۔

اسلامی دور اوّل کی چند یادیں

(۱) وہ حکم والی زندگی بسر کرتے تھے نفع و نقصان - ہار اور جیت - شکست و فتح - ناکامی و کامیابی - زندگی و موت - سب کو منجانب اللہ سمجھتے تھے - انہیں جذبات کے تحت وہ دریا میں گھوڑے ڈال دیتے اور کشتیوں کے لنگر کاٹ دیتے تھے - وہ کہا کرتے تھے ؎

پار لگتے ہیں سفینے وہ کنارے سارے
توڑ دیتے ہیں جو غیروں کے سہارے سارے

(۲) وہ خدا، رسول اور کتاب پر ایمان رکھتے تھے - اور ایسا ایمان کہ جان پر بن بھی جاتی تھی - تو اف نہ کرتے تھے - (حضرت بلال)

(۳) وہ دکھ پر صبر صبر پر شکر - اور راہ مولا میں مرنے کو جینا سمجھتے تھے - وہ کہا کرتے تھے ؎

شہید کی جو موت ہے وہ قوم کی حیات ہے
شہید کا جو ہے لہو وہ قوم کی زکوٰۃ ہے

(۴) وہ اکل حلال کھاتے اور لقمۂ حرام سے بچتے تھے - اسی واسطے ان پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی تھیں -

(۵) وہ اللہ سے ڈرتے اور اس کو مضبوطی سے پکڑتے تھے -

(۶) وہ سود، شراب، جوا، مشرکانہ اور مسرفانہ رسوم سے گریز کرتے تھے -

(۷) وہ امانت دار تھے، اور حکم والی زندگی کی امانت کو گھر بہ گھر اور در بدر پہنچاتے پھرتے تھے -

(۸) وہ امر حق کہتے تھے اور اسی کو نشان زندگی سمجھتے تھے -

(۹) وہ کسی کا تمسخر نہیں اڑاتے تھے -

(۱۰) وہ جھوٹ نہیں بولتے تھے اور یہی کہتے تھے -

جھوٹ کی بھول کر نہ ڈالو خو
جھوٹ ذلت کی بات ہے اخ تھو
ہے برا جھوٹ بولنے والا
آپ کرتا ہے اپنا منہ کالا
فائدہ تم کو کچھ نہ دے گا جھوٹ
جائے گا ایک روز بھانڈا پھوٹ

(۱۱) وہ مردہ بھائی کا گوشت نہیں کھاتے تھے - وہ کہتے تھے -

چغلی کے کھانے والے جہنم میں جائیں گے
باتیں لگانے والے سزا خوب پائیں گے

یہی وجہ تھی کہ ان میں محبت و الفت اور پریم تھا -

(۱۲) وہ علم کی دولت سمیٹنے کے لئے در بدر پھرتے اور طول طویل سفر طے کرتے تھے - وہ کہتے تھے ؎

نہیں علم سے بڑھ کے دنیا میں نعمت
کرو خوب محنت کرو خوب محنت
کسی علم و فن میں جو ہوتے ہیں کامل
انہیں کو یہاں محترم دیکھتے تھے

(۱۳) وہ مرد مومن تھے - مومنوں کے سے کام کرتے تھے (۱) خدا اور رسول پر ایمان کامل رکھتے تھے (۲) خدا کی رضا کی تلاش میں گھروں سے نکلتے تھے (۳) جہاد فی سبیل اللہ کرتے تھے (۴) ہر ساعت اور ہر لمحہ دین کی سربلندی و سرفرازی کے لئے کوشاں رہتے تھے (۵) غلبۂ اسلام لانے کی خاطر تکلیفیں اٹھاتے تھے - ملک بہ ملک پھرتے تھے -

یہ طریقہ انہیں محبوب تھا -

آج ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم کی تیاری نے انسانیت کو تباہی کے کنارے لا کھڑا کیا ہے - پیشتر اس کے کہ تباہی و بربادی کا وقت آئے - عالم اسلام کو چاہیئے کہ وہ دنیا کے سامنے اسلام کی شرعی زندگی کے اوراق رکھ دے تاکہ امن کے متلاشی انسان اسلام کی گود میں آجائیں - امن بحال ہو جائے اور دنیا پر سکون کا راج ہو جائے - اور ایسا راج کہ

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

ظاہر ہے کہ صحیح قیادت کے لئے وہی قوم سامنے آ سکتی ہے - جس کی "چند یادیں" ناظرین ملاحظہ فرمائیں - جس کے پاس ضابطۂ حیات اور زندگی کا پروگرام ہے - اور جس نے خدا کی زمین پر خدائی حکومت قائم کی - جس کے پاس خدا کے اصول موتی لاثانی اور ناقابل تنسیخ اصول ہوں گے - اور جو عدل و انصاف اور مساوات کا عالمگیر پیام لے کر اٹھے گی اور اللہ کے اصولوں پر جہاد کرے گی - یقیناً دنیا میں وہی قیادت کی مستحق ہو گی -

ظاہر ہے کہ صحیح قیادت اسلام کے سوا کہیں نہیں - اسلام نے خدا کی زمین پر خدا کی خلافت قائم کی - اور دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا - اور انسانیت کو اجاگر کیا - یہ تھا اسلام کا کمال کہ اجڑی بستیاں بسادیں اور ویرانے گلزار ارم بنا دیئے -

اسلام کے مزاج میں صلح و آشتی امن جوئی و راست پسندی ہے - بے گناہ اور مظلوم انسانوں پر ایٹم بم برسانا نہیں - زمینوں کو خون کے دھاروں سے گشت لالہ زار بنانا نہیں - بلکہ کائنات میں امن و راحت لانا اور فرط و انبساط کے نغمے سنانا ہے -

اسلام کا نغمۂ حیات جو امن و انبساط کا ضامن ہے - وہ ترقی ہے -

اللہ کے بن جائیے
اور
محمدؐ کے نقش قدم پر چلئے

ویسے تو مسلمان جگہ جگہ آباد ہیں مگر مفلوج و معذور اگر کچھ ابھرنے کی امید کی جا سکتی ہے تو سرزمین پاک سے ہی کی جا سکتی ہے - کیونکہ یہ لاالٰہ الا اللہ کے نام پر وجود میں آئی ہے - اس کے بعد اسلامی آئین کی قرارداد پاس کر کے اس نے دنیا کو بتا دیا ہے کہ دنیا کی قیادت کا سہارا اس کے سر بندھنے والا ہے - یاد رکھیئے جب بھی مسلمان نے خدا کی حاکمیت کی بنیادوں پر کچھ مطالبہ کیا ہے، اللہ نے اسے منظور کیا ہے -

ضرورت ہے کہ پاکستان اٹھے اور خدائی حاکمیت قائم کرنے کے لئے اٹھے - انشاء اللہ ترقی اور خوشحالی کی راہیں اس پر وا ہوں گی - اور بھٹکی ہوئی دنیا راہ پائے گی، اور کہنے لگے گی -

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل

ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ اسلامی نظام نہ صرف پاکستان میں امن قائم کر سکتا ہے بلکہ دوسری دنیا کو شمع ہدایت دکھا سکتا ہے اور رحمت عالم کے دامن میں لا کر خوشحالی دے سکتا ہے -

چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

Weekly "KHUDDAMMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۷۴

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۲۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰ / ۲۴۵۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبر ۲/۹/۷۶۷ DDA-۲۰ مورخہ ۲۴/۸/۶۴

انجمن خدام الدین لاہور کی طرف سے شائع شدہ

قرآن عزیز

بہ تحشیۂ جدیدہ

دیدہ زیب — رنگین
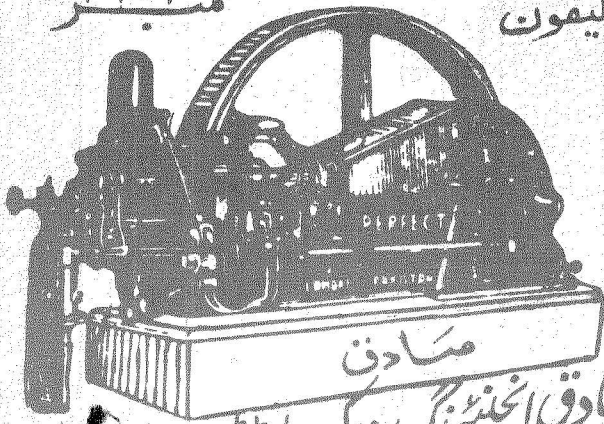
عکسی طباعت سے مزین

مرتبہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کم و بیش ایک لاکھ کے مصرف سے تین سال کی محنتِ شاقہ کے بعد چھپ کر تیار ہو گیا ہے۔

ھدیہ

مجلد قسم اول	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	کرنافلی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
ختم ہے	-/۱۲ روپے	-/۸ روپے

محصولڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہو گا۔

فرمائش کے ساتھ کل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔

وی۔ پی نہ بھیجا جائے گا۔

تاجرانہ رعایت کے لیے لکھیں۔

ملنے کا پتہ: شعبہ تالیف و اشاعت انجمن خدام الدین دروازہ شیرانوالہ لاہور

طیبات ملفوظات

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

نیا ایڈیشن چھپ کر آ گیا ہے۔
ہدیہ رعائتی -/۲ روپے۔ محصولڈاک ایک روپیہ۔ کل تین روپے بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنے پر ارسال خدمت ہو گی۔

ملنے کا پتہ: دفتر انجمن خدام الدین لاہور

(فیروز سنز پرنٹرز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا۔)